در خرابات مغاں نور خدا می بینم
ویں عجب بیں کہ چہ نور زیے کجا می بینم

خزانۂ عرفان

آراستۂ

سیّد محمد حسن بلگرامی
صدر محاسب سرکار عالی

مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

ہوے میں نے اس خدمت کو انتہائی عرق ریزی اور بے پایاں
کاوش و کاہش سے انجام دینے کی سعی کی ہے۔ بڑی فکر و محنت سے
کام لیا ہے اور اپنا بہت سا عزیز وقت صرف کیا ہے۔ اور
حتی الوسع کوشش کی ہے کہ یہ مجموعہ حسن قبول حاصل کرے۔

اپنی جانفشانیوں پر نظر ڈالتے ہوے مجھے اُمید ہے کہ یہ
تالیف ملک میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائیگی اور اہل دل کا
طبقہ اِسے خصوصیت کے ساتھ عزیز رکھے گا اور میری محنت کی داد دیگا

انتخاب رباعیات کے بعد انتخاب رجال کا مسئلہ درپیش تھا
یعنی یہ مجموعہ کس کے نام پر معنون کیا جائے۔
یہ بھی کوئی آسان بات نہ تھی اس لئے کہ حکیمانہ کلام کی
نسبت بھی کسی ایسی ہی ہستی سے ہونا چاہئے جو خود بھی مرکز
معارف و حِکم ہو۔

اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر میں نے اپنی نگاہ ہندوستان کے تمام قریب و بعید گوشوں میں دوڑائی۔ حافظہ نے بہت سے نام یاد دلائے۔ تخیل نے صدہا تصویریں پیش کیں اور آخر کار اُن تمام ہستیوں میں سے میری قوتِ انتخاب نے ایک روشن ستارے کو چُن لیا۔

عالیجناب مولوی سید حسین صاحب بلگرامی المخاطب بہ نواب مؤتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک بہادر سی۔ ایس آئی

کے اسم گرامی کو ہندوستان میں کون نہیں جانتا۔ آپ کی شخصیت اور فضل و کمال کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کئی مستند زبانوں کے مسلم الثبوت ادیب ہونے کے علاوہ سخن سنجی میں بھی خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔

آپ کی معمولی باتوں میں بھی وہ حقایق ہوتے ہیں
جو زبردست تصانیف میں نہیں مل سکتے۔ آپ کی تھوڑی
دیر کی صحبت بھی انسانی دماغ پر وہ مفید اثرات ڈالتی ہے کہ
پھر وہ تمام عمر مٹ ہی نہیں سکتے اور آپ کی زبان مبارک سے
اکثر ایسے ایسے ادبی نکات سننے میں آتے ہیں کہ چشم بصیرت
روشن ہو جاتی ہے۔

راستبازی اور اصول پسندی آپ کی سرشت میں داخل ہے
جو دراصل اس عصر کے واسطے چراغ ہدایت سے کم نہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دور میں جبکہ فساد اور ہلاکت
کی قوتیں ابھر رہی ہیں اور انسانی دماغ و ملکی تعلیم کی رو
کسی دوسری طرف بہہ رہی ہے ایسی ہستی کا وجود بہت
مغتنمات میں سے ہے۔

چنانچہ یہ انتخاب جس کا نام میں نے "خیابان عرفا" رکھا ہے۔ جناب ممدوح کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ اس ناچیز پیشکش کو جسے میں نے اس ذوق کے تتبع میں آپ کی تراسویں سالگرہ کی مبارک یادگار میں ترتیب دیا ہے شرف قبولیت بخشا جائے گا فقط

سید محمد حسن بلگرامی

مارچ سنہ ۱۹۲۴ء

خیرات آباد

حیدرآباد دکن

طبقات خیابان عرفان

نمبر شمار	نمبر شمار طبقات	مضمون	تعداد ابیات	صفحات
۱	طبقہ اول	توحید و معرفت	۲۱۵	۱ تا ۷۲
۲	طبقہ دوم	نعت و منقبت	۴۷	۷۳ تا ۸۰
۳	طبقہ سوم	شرف انسان و صفت آفرینش	۱۵۸	۸۹ تا ۱۴۱
۴	طبقہ چہارم	علم و جہل خودشناسی	۶۲	۱۴۲ تا ۱۶۲
۵	طبقہ پنجم	کبر و پستی و ریا و وسالوس	۹۸	۱۶۳ تا ۱۹۶
۶	طبقہ ششم	بے ثباتی دنیا و عزلت	۲۲۱	۱۹۷ تا ۲۷۱
۷	طبقہ ہفتم	عشق حقیقی	۲۷۹	۲۷۲ تا ۳۶۵

نمبر شمار	تعداد طبقات	مضمون	تعداد ابیات و قطعات	صفحات
۸	طبقہ ہشتم	سخن و خاموشی	۳۵	۳۶۶ تا ۳۷۸
۹	طبقہ نہم	آزو امل و ترک ہوا و ہوس	۱۰۱	۳۷۹ تا ۴۱۳
۱۰	طبقہ دہم	طاعت و ورع و لطف و کرم	۵۳	۴۱۴ تا ۴۳۲
۱۱	طبقہ یازدہم	جوانی و پیری و حیات و ممات	۵۶	۴۳۳ تا ۴۵۲
۱۲	طبقہ دوازدہم	جبر و اختیار و گنہ و توبہ	۴۷	۴۵۳ تا ۴۶۹
۱۳	طبقہ سیزدہم	آخرت و رحمتِ الٰہی	۶۸	۴۷۰ تا ۴۹۳
۱۴	طبقہ چہاردہم	مناجات	۲۱	۴۹۴ تا ۵۰۱

فہرست اسماء شعرا جنکے کلام سے یہ مجموعہ انتخاب کیا گیا

الف

ابوسعید مہنہ	ابوالحسن خرقانی	ابوالفرج رونی
ابوالحسن وحی	اوحدالدین مراغی	اوجی نظیری
امیر معزی محوی	اثیرالدین آخستگی	ابن یمین
اشراق اصفہانی	امامی خلخالی	آزاد بلگرامی
ابوسعید اعلیٰ	امیر خسرو	آقا حسین خوانساری
القاص میرزا اصفوی	الفت کردستانی	ابوالقاسم شیرازی
ابوزراعہ جرجانی	آقا عبدالباقی ندوی	امیر ابواسحٰق
ارشد سمرقندی	اوحدالدین کرمانی	ابوالحسن لنجی

ابوالحسن بیگانہ	اہلی شیرازی	ابوالوفا خوارزمی
اخگر کرمانی	احمد ملاطی	ابوسعید برغش شیرازی
انوری ابیوردی	ابوسلہک گرگانی	ارشدی ماوراء النہری
اسکندر	ابوالفوارس شاہ شجاع مظفری	ایزدی یزدی
ابونصر فارابی معلم ثانی	ابراہیم اردوبادی	ابوطالب ترشیزی
ادائی یزدی	امید ہمدانی	اشرف مقدسی
ابوالفتح مرزا جاہی	شیخ آوری	انسان
اشرف	امیر حسینی سادات	احسن بلگرامی
امیر محمد یوسف ثنائی	ڈاکٹر سر محمد اقبال	سید حسین امجد حیدرآبادی

ب

بابا افضل کوہی	بوعلی قلندر شرف	بوعلی سینا بلخی
بہاء الدین آملی	بابا فغانی شیرازی	باقر مشہدی
بینوا دہلوی	بیکسی غزنوی	بہار آملی

بخشی　　بیخبر　　بیاض

باعث همدانی　　بایزید بسطامی　　بدیعی سیستانی

پندار رازی　　بدیهی سجاوندی　　بهاء الدین بغدادی

میر باقر داماد اشراق　　بیرم خان خانخانان　　باقر لکهنوی

باقی نائینی　　بینوائی بدخشانی　　سلطان بایزید

ت

تاراج اصفهانی　　تکمین شیروانی

ث

ثنائی کشمیری　　ثاقب کاکوروی

ج

جامی　　جعفر کاشی　　جلال الدین اکبر شاه

مولانا جلال الدین رومی　　جهانگیر بادشاه　　جلال الدین ابوالخیر عاشق

جمال الدین عبدالرزاق　　جمالی اردستانی　　جنتی

ح

حکیم سنائی	علی حزیں	حکیم نظام الدین علی کاشانی
ملا حیاتی گیلانی	حکیم رکنائی کاشی	حکیم قاآنی
حکیم میرزا محمد	حالی پانی پتی	حکیم خاقانی
حاجی	حسین یزدی	حافظ شیراز
حقی خوانساری	حمیدی بلخی	حفظ اللہ ابن سعد اللہ خان وزیر
حافظ جالندھری	حسن دہلوی	حسن علی یزدی
حکیم رکنائی مسیح	حکیم غفور لاہجی	حسرتی دہلوی

خ

عمر خیام	خواجہ معین الدین چشتی	خواجہ عبد اللہ انصاری
خلیفہ سلطان	خواجہ حسین مروی	خفی خوانساری
خان اعظم موسوم بہ عزیز کوکا	خاکی شیرازی	خواجہ افضل الدین محمد ترکہ
خلیفہ اصفہانی	خان زماں علی قلی خان سلطان	خواجہ علی نعیم

خلیل بیگ گیلانی — خوشنود گوپاموی مدراسی

د

درد

ذ

ذکی شیرازی — ذرّه اکبرآبادی

ر

رضی آرتیمانی — راهب — رفیعی

رضی نیشاپوری — رشیدائی گازرونی — رستم مزرافندائی

رکن صائن — رفیع واعظ — رفیقائی یزدی

رافعی نیشاپوری — رودکی سمرقندی — روزبهان شیرازی

راقم مشهدی — رضائی شیرازی

ز

زین خان کوکه — زائر

س

سحابی استرآبادی — سرمد — سدیدالدین اعور کرماج

سیری غزنوی — سید حسن غزنوی — سلمان ساوجی

سیف الدین باخرزی — سلطان قاچار — سید شرف الدین اشرفی سمرقندی

سلطان حسین میرزا — سلطان سنجر سلجوقی — سلطان ولد

سعدالدین حموی — سائر اردوبادی — سالک یزدی

سعید گیلانی — سلطان علاءالدین سلجوقی — سیف الدین آئینی

سید محمد جامه باف

ش

شیخ عطار — شاه بدخشی — شفیع خراسانی

شهاب الدین مقتول — شیخ فخرالدین — شیخ روزبهان صوفی

شیخ نظام الدین احمد صائغ بلگرامی — شیخ عماد فقیه کرمانی — شمس الدین کرمانی

شاپور — شیخ شاه نظیر قمشه — شیخ عبدالسلام پیامی

شاه طهماسپ — شاه نعمت الله ولی — شیخ سعدی شیرازی

شرف یزدی — شاه سنجان خافی — شفیق بلخی

شحنه ازندرانی — شاه ولایت الله — شیخ نجم الدین کسری

شهید بلخی — شیخ عراقی — شیخ رباعی مشهدی

شریف جرجانی — شیخ نظام الدین گنجوی — شیخ عماد الدین فضل الله

شوقی یزدی — شرف یحیی منیری — شیخ مغربی تبریزی

شمس الدوله محمد بلخی

ص

صالح شیرازی — صدر الدین نیشاپوری — صائب

صدر — صفی رازی

ط

طالب آملی — طالعی

ظ

ظهوری ظهیرالدین شفرده ظهیر فاریابی

ظهیرا

ع

عرفی شیرازی عاقل عبدالباقی نهاوندی

عبدالرزاق فیاض عجم قلی بیگ ذوالقدر علی رضا تجلی

عهدی ساوجی عاشق اصفهانی عماد کرمانی

عبید زاکانی عین القضاة همدانی عیشی لکهنوی

عارف عنایت تبریزی عنایت الله خان آشنا

علاءالدین اوجندی عزیز کاشی عبدالرحیم خانخانان

علی قلی خان واله

غ

غلام قادر گرامی غالب دهلوی غیرت همدانی

غیاثائی حلوائی غزالی مشهدی غیوری کابلی

غربتی　　غنی کشمیری

ف

فخر رازی　　فردی اردبیلی　　فکری خراسانی

فانی　　فیضی هندوستانی　　فیضی تربتی

فصاحت خان رازی　　فضلی جریادقانی　　فیض کاشانی

فیاض لاهجانی　　فدائی لاهجی　　فوقی یزدی

فرخی　　فائض　　فرید الدین احوال سنفرائی

ق

قاسم　　قاسم الانوار تبریزی　　قاضی عبد الله

قزلباش خان مرحوم　　قتالی خوارزمی　　قابوس دیلمگیر

قاضی میر حسن　　قاسم مشهدی　　قادری هندوستانی

ک

کمال الدین اسمعیل　　کاهلی کابلی　　کمال

کیخسرو خاں　　کمال الدین اصفهانی　　کوکب کشمیری

کاوس جرجانی دیلمی

ل

لطفی تبریزی　　لکزی داغستانی　　لطف علی بیگ شامی چرکس

م

مومن یزدی　　محمد امین خادم استرآبادی　　مغربی

مرشد یزدجردی　　محمد جان قدسی　　مرزا عرب ناصح تبریزی

میر سنجر کاشی　　مرزا عبدالقادر بیدل　　مجدالدین محمد تاثیر النوی

مرزا حسن واهب　　متین　　مرزا رفیع دستور

مرزا جلال امیر　　میر علی جردیاقانی　　میر معصوم کاشی

مظفر حسین کاشی　　میرزا مقیم همت　　میرزا شریف تجرید

منصور دامغانی　　ملا محمد سعید اشرف　　محمد افضل سرخوش

مسعود سعد سلمان　　ملا محسن فیض　　ملا محمد صادق

ملا رشدی رستم واری	منصف قاچار	محمد غزالی
مخبر بیلقانی	مراد قزوینی	مقیمی
مظفر کرمانی	معین شیرازی	مهدی کوکب
میر تربتی	مشتاق	ملا یک قمی
میر کیکاوس قابوس	میرزا فصیحی هروی	ملا محمد صوفی
ملا شرف الدین علی یزدی	میرزا حنیف امین	مجد الدین بغدادی
محمد سعید حکیم تنها	محمد قاسم مشهدی	ملک شمس الدین کرت
منهی زواری	محمود	محمد قلی سلیم
میر مختوم	مجذوب	مومن دهلوی
مولوی یوسف علی	میرزا مهدی عالی	میرزا جلال الدین حسن صلاء شهرستانی
میرزا خلیل	مومن الدوله اسحق خان	میرزا محمد تقی نصیری
مهدی اصفهانی	ملا محمد رضا شانی	میرزا حسن خان الفت
مرزا صالح الرضوی	مرزا محمد حسن نوری	مرتضی قلی خان شاملو

میرزا محمد تقی — میرزا حیدر رضوی — محتشم کاشی

میرزا عبد الله منشی — معین استرآبادی — میر محمد حنیف الفت

میرزا فصیح — میرزا مهدی خان کوکب

ن

نعمت الله کرمانی — نقی کمره — نصیر الدین طوسی

نظیری نیشاپوری — نجم الدین دایه رازی — نساخ

نصرت الله خان نثار — نجم الدین خوارزمی — نیازی استرآبادی

نواب صدیق حسن خان — نور الدین محمد فراری گیلانی — نصیر الدین اصفهانی

نجم الدین رازی — نشاط اصفهانی — نزاری قهستانی

نظیری — نامی — نصرت

نطقی نیشاپوری — ناظر کازرونی — ناظم هروی

نواب شاه جهان بیگم

و

والہ یزدجردی　　وحشت نخجیواری　　دلی دشت بیاضی

وقوعی سمنانی　　واقف دہلوی

ہ

ہاوی ابرقوہی　　ہلالی　　ہاتف اصفہانی

ہاشم کشمیری　　ہمت اردبیلی　　ہدایت طبرستانی

ہمایون بادشاہ

ی

یقینی لاہیجی　　یوسف علی بیگ انیسی نظیری

یحیٰی کاشی　　یعقوب ترکمان　　یوسف بلگرامی

یحیٰی نیشاپوری

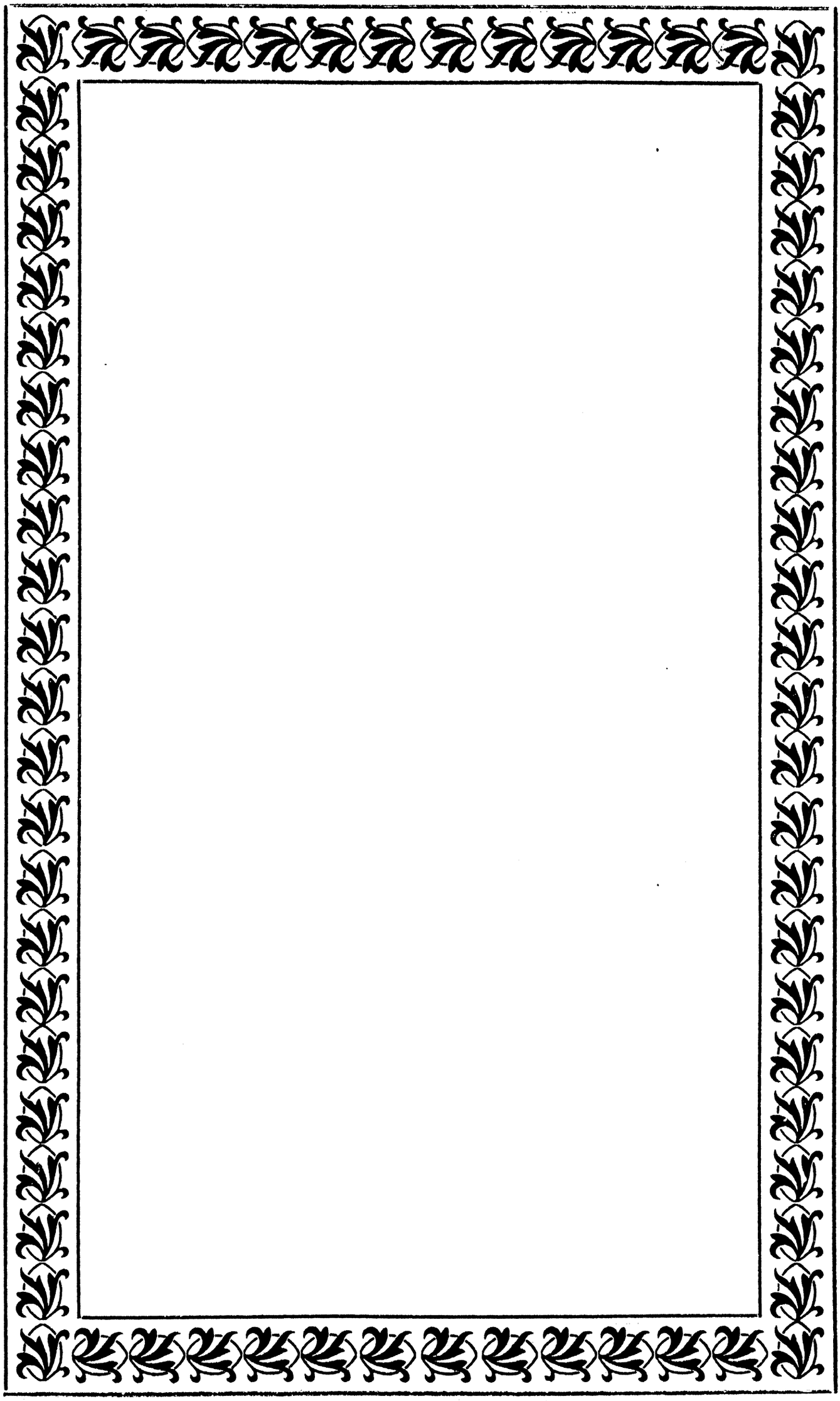

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید و معرفت

بابا افضل کوہی

اے ذاتِ تو سر دفترِ اسرارِ وجود　　نقشِ رقمت بر در و دیوارِ وجود

در پردۂ کبریا نہاں گشتہ ز خلق　　بنشستہ عیاں بر سرِ بازارِ وجود

بابا افضل کوہی

اے نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی　　اے آئینۂ جمال شاہی کہ توئی

بیروں ز تو نیست ہر چہ در عالم ہست　　از خود بطلب ہر انچہ خواہی کہ توئی

بابا افضل کوہی

در پس منگر دمے و در پیش مباش　　با خویش مباش و خالی از خویش مباش
خواہی کہ غریقِ بحرِ توحید شوی　　مشنو۔ منگر۔ مگو۔ میندیش مباش

بابا افضل کوہی

ناکردہ دمے آنچہ ترا فرمودند　　خواہی کہ چناں شوی کہ مردان بودند
تو راہ نرفتۂ از آں ننمودند　　ورنہ کہ زدایں درکہ درش نکشودند

بابا افضل کوہی

اے آنکہ شب و روز خدا می طلبی　　کوری اگر از خویش جدا می طلبی
حق با تو بہر زماں سخن می گوید　　سر تا قدمت منم کرا می طلبی

شیخ عطار

یارب چہ نہاں چہ آشکارا کہ توئی — نہ عقل رسد نہ علم آنجا کہ توئی
آخر بکشائے بر دلِ بستہ درے — تا غرقہ شوم دراں تماشا کہ توئی

شیخ عطار

نہ عقل بہ سرحدِ کمالِ تو رسد — نہ جاں بہ سراچۂ وصالِ تو رسد
گر جملۂ ذرّات جہاں دیدہ شود — ممکن نبود کہ در جمالِ تو رسد

شیخ عطار

عقلے کہ بسے رہبرِ خود ساختش — در معرفت خدائے بگداختش
عمرم برسید تا بدیں عقلِ ضعیف — بشناختم اینقدر کہ نشناختش

شیخ عطار

دل عاشقِ روی تست با عهد درست　　جان طالبِ وصلِ تست از روز نخست
آنکس که نه جُست وصلِ تو هیچ نیافت　　وانکس که ترا یافت دگر هیچ نجست

شیخ عطار

در ذاتِ خدا فکرِ فراوان چه کنی　　جان را ز قصور خویش حیران چه کنی
چون تو نه رسی به کُنه یک ذرّه تمام　　در کُنه خدا دعوئے عرفان چه کنی

شیخ عطار

می پنداری که جان توانی دیدن　　اسرارِ همه جهان توانی دیدن
هرگاه که بینیش تو گردد بکمال　　کورئی خود آن زمان توانی دیدن

شیخ عطار

ارباب نظر بسے بنیدیشیدند هر یک بدرت راه دگر بگزیدند
حاصل بجز از عجز نیامدم را واخر همه از عجز طمع ببریدند

شیخ عطار

پروانه به شمع گفت یارم باشی گفتا که اگر کشتهٔ زارم باشی
خود را بمیان آتشے پاک بسوز گرمی خواهی که در کنارم باشی

شیخ عطار

اے آنکه کمال خرده دانان دانی خاصیت پیران و جوانان دانی
گر در وصفت زبانم از کار بشد دانم که زبان بے زبانان دانی

ابوسعید مهنه

مجنون تو کوه را ز صحرا نشناخت　　دیوانهٔ عشق تو سر از پا نشناخت
هر کس تبوره یافت ز خود گم گردید　　آنکس که ترا شناخت خود را نشناخت

ابوسعید مهنه

ای در دلِ من اصل تمنا همه تو　　وی در سر من مایهٔ سودا همه تو
هر چند به روزگار در می نگرم　　امروز همه توئی و فردا همه تو

ابوسعید مهنه

گفتم که کئی تو بدین زیبائی　　گفتا خود را که من خود م یکتائی
هم عشقم و هم عاشق و هم معشوقم　　هم آئینه هم جمال هم بینائی

ابوسعید مہنہ

اے آنکہ کشانیدۂ ہر بند توئی　　بیروں ز عبارت چہ و چند توئی
ایں دولتِ من بس کہ منم بندۂ تو　　ایں عزتِ من بس کہ خداوند توئی

ابوسعید مہنہ

در عالم اگر فلک اگر ماہ و خور است　　از بادۂ ہستی تو پیمانہ خور است
فارغ ز جہانے و جہاں غیر تو نیست　　بیروں ز مکانے و مکاں از تو پر است

ابوسعید مہنہ

رفتم بہ طبیب و گفتم از دردِ نہاں　　گفتا از غیر دوست بر بند زباں
گفتم کہ غذا گفت ہمیں خونِ جگر　　گفتم پرہیز گفت از ہر دو جہاں

ابوسعید مهنه

اے آنکه تو حالِ دلِ نالان دانی　　احوالِ دلِ شکسته حالان دانی
گر خوانمت از سینهٔ سوزان شنوی　　ور دم نه زنم زبان لالان دانی

سحابی استرآبادی

صاحب نظر آنکه زندهٔ جاوید ند　　وارسته ز بیم و فارغ از امید ند
در هر چه نظر کنند او را بینند　　ذرّاتِ جهان آئینهٔ خورشید ند

سحابی استرآبادی

آن گنج خفی نه کرد ظاهر شان را　　تا خلق نه کرد حضرت انسان را
شمع است نمایندهٔ کس در شبِ تار　　هر چند که خود ساخته باشد آن را

سحابی استرآبادی

عالم بہ فغانِ لا الہ اِلّا ہوست　　جاہل بگماں کہ دشمن است ایں یا دوست

دریا بوجودِ خویش موجے دارد　　خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

سحابی استرآبادی

ہر چیز کہ جز خدائے نامے چند است　　نامے چند است و بہر عامے چند است

تکلیف و نماز و حج و ہر چیز کہ ہست　　جوشے ز پئے پختن خامے چند است

سحابی استرآبادی

در تافتہ است آفتابے احدے　　ہر ہر ذرّہ ز آفتابے صمدے

خفاش و شان ازیں ندارند خبر　　نورِ ازلی کجا و نورِ احدے

سجابی استرآبادی

از خویش رمیده را چه مسجد چه کنشت توحید گزیده را نه خوب است نه زشت
خلقے ز پئے بہشت بے آرامند وین طرفہ کہ نیست جز در آرام بہشت

سجابی استرآبادی

دیروز بہ بازار شدم لشبگفتم آئینۂ آویختہ دیدم گفتم
آخر چہ گناہ داری اے آئینہ گفتا کہ جمال دیدم و نہ نہفتم

سجابی استرآبادی

بستاں از دستِ ساقیٔ بادہ تا مست ازل شوی ز مرگ آزادہ
عیسیٰ آنست کو دلے زندہ کند کاین زندۂ تن بمردن است آمادہ

سحابی استرآبادی

گرچوں مہ و خور بنور باشی باشی　　ہمچوں بُت گر بہ بت تراشی باشی
موجود بحق باش و عدم خود را بیں　　تا آں روزے کہ ہم نباشی باشی

جامی

(۱۱)

یارب ۔ دلِ پاک و جانِ آگاہم دہ　　آہِ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہِ خود اول ز خودم بیخود کن　　آنگاہ ز بیخودی بہ خود راہم دہ

جامی

اعیاں ہمہ شیشہ ہائے گوناگوں بود　　کافتاد بر آں پرتوِ خورشید وجود
ہر شیشہ کہ بود سُرخ یا زرد و کبود　　خورشید دراں ہم بہ ہماں رنگ نمود

جامی

همسایه و همنشین و همره همه اوست در دلق گدای و اطلس شه همه اوست
در انجمن فرق و نهانخانه جمع با الله همه اوست ثم بالله همه اوست

جامی

نه در مسجد گزارندم که رندی نه در میخانه کاین خمارخام است
میان مسجد و میخانه راهی ست غریبم عاشقم آن ره کدام است

جامی

چون دلبر من ز پرده رو ننماید کس نتواند که پرده ز رو بگشاید
گر جمله جهان پرده شود باکی نیست آنجا که پئے جلوه جمال آراید

جامی

در مذہبِ اہلِ کشف و اربابِ خرد ساریست احد در ہمہ افرادِ عدد

زیرا کہ عدد گرچہ برون ست ز حد ہم صورت و ہم مادہ اش ہست احد

جامی

معشوقہ یکیست لیکہ بنہادہ بہ پیش از بہر نظارہ صد ہزار آئینہ بیش

در ہر یک ازاں آئینہ ہا بنمودہ ہر قدر صقالت و صفا صورتِ خویش

جامی

اے دل طلبِ کمال در مدرسہ چند تکمیل اصول و حکمت و ہندسہ چند

ہر فکر کہ جز ذکرِ خدا وسوسہ است شرمے ز خدا بدار ایں وسوسہ چند

جامی

یک لحظه اگر دلِ حزینت بدهند　　آسودگیِ روی زمینت بدهند
گر مهر خداست نقش بر خاتم دل　　عالم همه در زیر نگینت بدهند

جامی

تا یاد خدا در دلِ انسان باشد　　اندیشه کیش ز نفس و شیطان باشد
خفاش نیارد که برآید در روز　　هر چند که آفتاب پنهان باشد

جامی

از کعبه روان بسر پس کاین محمل کیست　　این بانگ جرس نیست صدای دلِ کیست
آن کعبه که خانهٔ خدایست بجاست　　این کعبه که جلوه میکند منزلِ کیست

جامی

اے فضلِ تو دستگیرِ من دستم گیر　　سیر آمده ام ز خویشتن دستم گیر
تا چند کنم توبه و تا کے شکنم　　اے توبه ده توبه شکن دستم گیر

جامی

چون قدر به نیستی ست هستی کم کن　　هستی بُتِ تست بت پرستی کم کن
از هستی و نیستی چو فارغ گشتی　　مینوش شرابِ شوق و مستی کم کن

جامی

گر نیک نیم نیک پرستم یارے　　گر باده نیم زباده مستم یارے
گر اهلِ مناجات نیم اینم بس　　کز اهلِ خراباتِ تو هستم یارے

نعمت اللہ کرمانی

دل مغز حقیقت است و تن پوست بہ بیں در کسوتِ روح صورتِ دوست بہ بیں
ہر ذرّہ کہ او نشانِ ہستی دارد یا پرتوِ نور اوست یا اوست بہ بیں

نعمت اللہ کرمانی

اے آنکہ طلبگار جہان جانی جانی و دلی و بلکہ خود جانانی
مطلوب توئی۔ طلب توئی۔ طالب تو دریاب کہ خود ہر آنچہ جوئی آنی

نعمت اللہ کرمانی

تا جامعِ اسرار الٰہی نشوی شایستہ تختِ بادشاہی نشوی
تا غرقہ دریا نشوی ہمچو ما دانندۂ حال ما کماہی نشوی

نعمت اللہ کرمانی

سازندہ اگرچہ ساز نیکو سازد　　اما بے ساز ساز چوں نوازد
من آئینہ ام کہ می نمایم اورا　　او خالق من کہ او مرا می سازد

نعمت اللہ کرمانی

کو دل کہ بداند نفسے اسرارش　　کو گوش کہ بشنود ز من گفتارش
معشوق جمال می نماید شب و روز　　کو دیدہ کہ تا برخوردار از دیدارش

بوعلی قلندر شرف

اے آنکہ ز نورِ تو دو عالم روشن　　پنہاں تو بہ عالمی چو جاں اندر تن
ما منتظرِ جمالِ وحدت باشیم　　پس پردہ کثرت از رخِ خویش فگن

بو علی قلندر شرف

نامد خبری که از کجائیم همه — وز بهر چه در حیات مائیم همه
چوں در تهِ خاک می رویم آخر کار — پس ما به سرِ خاک چرائیم همه

بو علی قلندر شرف

یادش به دلِ کافر و دیندار یکیست — چوں رشته که در سبحه و زُنّار یکیست
گر چشم بصیرتِ تو بازست شرف — در دیر و حرم جلوهٔ دیدار یکیست

مولانا جلال الدین رومی

رو دیده بپوش تا دلت دیده شود — زاں دیده جهانِ دگرت دیده شود
گر تو ز پسندِ خویش بیروں آئی — کارت همه سر بسر پسندیده شود

مولانا جلال الدین رومی

عشق از ازل است تا ابد خواہد بود　　جوینده عشق بے عدد خواہد بود

فردا کہ قیامت آشکارا گردد　　ہر دل کہ نہ عشق ست درد خواہد بود

مولانا جلال الدین رومی

بے روے تو بلبلان گلستاں چہ کنند　　بے یاد تو عاشقان بستاں چہ کنند

یک جرعہ شراب شوق در جامم ریز　　وانگاہ نظارہ کہ مستاں چہ کنند

مولانا جلال الدین رومی

رفتم بہ کلیسیا ترسا و یہود　　ترسا و یہود جملہ را روے تو بود

از شوق جمالِ تو بہ بت خانہ شدم　　تسبیح بتاں ز مزمہ ذکر تو بود

مولانا جلال الدین رومی

ہجرِ تو اگر نہ آفتِ جاں بودے بے روے تو زندہ بودن آساں بودے

زنگونہ جدائی کہ میانِ من و تست اے کاش میانِ ما و ہجراں بودے

مولانا جلال الدین رومی

چوں بُت رخ تست بت پرستی خوشتر چوں بادہ زجام تست مستی خوشتر

از ہستیٔ عشق تو چناں نیست شدم کاں نیستی از ہزار ہستی خوشتر

مولانا جلال الدین رومی

کامل نشوی بہ ہم نشین ناقص ناقص مانی تو از قرین ناقص

مستان شرابِ عشق گفتند ہمہ کفرے بکمال بہ ز دینِ ناقص

مولانا جلال الدین رومی

گرداں بہ ہوائے یار چوں گردونیم — بیچوں داند کہ ما دریں غم چونیم
ما خیرہ کہ عاقلاں چرا ہشیارند — ایشاں حیراں کہ ما چرا مجنونیم

عمر خیام

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست — آں صورتِ آں کس ست کاں نقش آراست
دریائے کہن جو بر زند موجے نو — موجش خوانند و در حقیقت دریاست

عمر خیام

ساقی قدحے کہ ہست عالم ظلمات — جُز روئے تو نیست در جہاں آبِ حیات
از جان و جہاں و ہر چہ در عالم ہست — مقصود تو ئی و بر محمدؐ صلوات

عمر خیام

یک جرعهٔ مے ز ملکِ کاوس به است وز تخت قباد و مملکت طوس به است
هر ناله که رندے بسحرگاه زند از نالهٔ زاهدانِ سالوس به است

عمر خیام

قومے ز گزاف در غرور افتادند قومے ز پئے حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پرده ها بردارند کز کوی تو دور دور افتادند

عمر خیام

کس را پس پردهٔ قضا راه نشد وز سرِ خدا هیچ کس آگاه نشد
هر کس ز سرِ قیاس چیزے گفتند معلوم نه گشت و قصه کوتاه نشد

عمر خیام

من بے مئے ناب زیستن نتوانم بے جام کشیدہ بار تن نتوانم
من بندۂ آن دمم کہ ساقی گوید یک جام دگر بگیر و من نتوانم

عمر خیام

من بادہ خورم ولیک مستی نکنم با اللہ بقدح دراز دستی نہ کنم
دانی غرضم زمے پرستی چہ بود تا ہمچو تو خویشتن پرستی نہ کنم

عمر خیام

ما خرقۂ زہد در سر خم کردیم وز خاک خرابات تیمم کردیم
باشد کہ درون میکدہ ما دریابیم عمرے کہ دریں مدرسہ ہا گم کردیم

عمر خیام

قومی متفکر اند در مذهب و دین　　جمعی متحیر اند در شک و یقین
ناگاه منادی بر آمد ز کمین　　کای بیخبران راه نه آنست و نه این

عمر خیام

پیری دیدم بخواب مستی خفته　　وز گرد شعور خانهٔ تن رفته
می خورده و مست خفته و آشفته　　الله لطیف بعباده گفته

عمر خیام

مائیم به لطف تو توّلا کردن　　وز طاعت و معصیت تبرّا کردن
انجاز عنایت تو باشد باشد　　ناکرده چو کرده کرده چون ناکردن

عمر خیام

اے در رہِ بندگیت یکساں کہ دمہ — در ہر دو جہاں خدمت درگاہ تو بہ
نکبت تو ستانی و سعادت تو دہی — یارب تو بہ فضلِ خویش بستاں و بدہ

عمر خیام

اے دل زغم جسم اگر پاک شوی — تو روح مُجرَّدی بر افلاک شوی
عرش است نشیمن تو شرمت بادا — کائی و مقیم خطۂ خاک شوی

نقی کمرہ

پرسیدم ازو چو باعثِ ہجراں را — گفتا سببے ہست۔ بگویم آں را
من چشم توام اگر نہ بینی چہ عجب — من جان توام کسے نہ بیند جاں را

سرمد

سرمد جسمے ست جانش در دستِ کسے ست — تیرے ست دلے کمانش در دست کسے ست
میخواست کہ آدم شد از دام جہد — گاوے شد و ریسمانش در دست کسے ست

سرمد

اے بیخبر از ہستی خود ہمچو کتاب — در جلد تو آیاتِ الٰہی بہ حجاب
یعنے ز تو حق پدید و تو از اثرش — آگاہ نہ چو شیشہ از بوے گلاب

سرمد

مشہور شدی بہ دلربائی ہمہ جا — بے مثل شدی در آشنای ہمہ جا
من عاشقِ ایں طور تو ام می بینم — خود را نہ نمائی و نمائی ہمہ جا

سرمد

نابود شدم بود نمیدانم چیست　　اخگر شده ام دود نمیدانم چیست
دل دادم وجان دادم و ایمان دادم　　سودست - دگر سود نمیدانم چیست

سرمد

سرمد که زجام عشق مستش کردند　　کردند سرافرازش و پستش کردند
میخواست خداپرستی و هشیاری　　مستش کردند و بت پرستش کردند

سرمد

دنیا نکنم طلب که کمتر زخس ست　　بے دولتِ دیدارِ تو دین هم قفس ست
خوانان و صالم و همین ست سخن　　در خانه اگر کس ست یک حرف بس ست

سرمد

سرمد- توحدیت کعبه و دیر مکن　　در وادی شک چو گمرهاں سیر مکن
رو شیوهٔ بندگی ز شیطاں آموز　　یک قبله گزیں و سجده بر غیر مکن

سرمد

اے خانه خراب از خدا بے خبری　　اے موج سراب از خدا بے خبری
ایں ہستی موہوم تو نقش ست بر آب　　اے جوشِ حباب از خدا بے خبری

جعفر کاشی

چوں نوبت میکشی به منصور افتاد　　از بادهٔ کہنه در سرش شور افتاد
در گفتنِ رازِ عشق بیتابی کرد　　کم حوصله را شراب پُر زور افتاد

جعفرِ کاشی

حاجی برہِ کعبہ دگر رنجہ مشو　　در بادیہ لبیک زناں ہرزہ مدو

مستانہ بہ میخانہ درآئیم شبے　　یک نالہ کش و ہزار لبیک شنو

میرزا ابوالحسن وحی

عرفاں بخدا کسے ندارد بخدا　　نہ جاہل ازاو باخبر و نہ دانا

در دیدۂ مورکے درآید گردوں　　در حوصلۂ قطرہ نہ گنجد دریا

علی خزیں

جمعیت خویش را پریشاں کردیم　　دل بر سرِ چشم تیرہ ویراں کردیم

از کعبہ تمام عمر دزدیدم خشت　　تعمیر کلیسیائے گبراں کردیم

علی خزیں

یارائے زباں کو کہ ثنائے تو کنیم　　توصیف کمال کبریائے تو کنیم
چیزے بہ بساط ما تہیدستاں نیست　　جانے کہ تو دادۂ فدائے تو کنیم

علی خزیں

غفلت زدہ ام خاطر آگاہم دہ　　افسردہ دلم آہ سحرگاہم دہ
عمریست کہ رواز دو جہاں تا فتہ ام　　اے قبلۂ مقبلاں بخود راہم دہ

حکیم سنائی

ہر ذرّہ کہ بر روے زمینے بودست　　خورشیدِ رخ زہرہ جبینے بودست
گردِ رخ از آستیں بیازرم فشاں　　کانہم رخ خوبِ نازنینے بودست

حکیم سنائی

کو راه روی که ره نوردش گویم　　یا سوخته که اهل دردش گویم
هر کس که میانِ شغلِ دنیا نفسے　　با او باشد هزار مردش گویم

مومن یزدی

خواهم دلے از تنگ تمنا رسته　　جانے ز تعلقات دنیا رسته
بر تخت جم و کلاهِ کے خنده زند　　رندِ سر و پا برهنه وارسته

ابو علی سینا بلخی

اے کاش بدانمے که من کیستمے　　سرگشته بعالم ز پئے چیستمے
گر مقبلم آسوده و خوش زیستمے　　ورنه بهزار دیده بگریستمے

یقینی لاہیجی

در مذہب ما سبحہ و زنار یکیست　　بت خانہ و کعبہ مست و ہشیار یکیست
گر ہمچو یقینی ز خودی باز رہی　　دانی کہ دریں چمن گل و خار یکیست

نصیر الدین طوسی

موجود بحق واحد اول باشد　　باقی ہمہ موہوم و مخیّل باشد
ہر چیز جز او کہ آید اندر نظرت　　نقش دو یمین چشم احول باشد

رضی آرتیمانی

شوخی کہ تمام پائے بستم اورا　　بے منتِ جام و بادہ مستم اورا
گفتا میپرستید بہ غیر از من کس　　غیر از تو کسے کو کہ پرستم اورا

عرفی شیرازی

عرفی گله سر مکن که جای گله نیست — توفیق رفیق هر تنک حوصله نیست
هر چاه که هست یوسفی در وی هست — صاحب نظری لیک بهر قافله نیست

عرفی شیرازی

آنانکه غم تو برگزیدند همه — در کوی شهادت آرمیدند همه
در معرکهٔ دو کون فتح از عشق است — با آنکه سپاه او شهیدند همه

محمد امین خادم استرآبادی

ذاتِ واحد که هست یکتا و وحید — از فرطِ ظهور خویش پنهان گردید
از غایت نزدیک شدن پنهان است — از چشم تو آن چیز که نتوانی دید

همت اردبیلی

در عالم ایجاد اگر خواه توام بیقدر متاعم و به بازار توام
مخلوقِ توام اگرچه طاعت نکنم در کارِ تو نیستم ولے کار توام

شاه بدخشی

یارے که ترا خود رهاند دگرست کاریکه ز تو هیچ نماند دگرست
نا منکرِ راهِ مسجد و کعبه نه ایم راهیکه به مقصود رساند دگرست

شاه بدخشی

آخر یا بد هر که ز صدقش جوید تخمے که بجا فتاد آخر روید
گویند که هر که یافت حرفے نه زند نے نے غلط است هر که یابد گوید

شفیع خراسانی

دُردی کش بادهٔ محبت مائیم　　پیمانه گسار بزم الفت مائیم
آئینهٔ هفتاد و دو ملت مائیم　　با اینهمه معنی تو وصورت مائیم

مغربی

من مست و خراب و می پرست آمده ام　　مدهوش ز بادهٔ الست آمده ام
هان ظن نبری که باز گردم هشیار　　هم مست روم ازان که مست آمده ام

فخر رازی

هرگز دلِ من ز علم محروم نشد　　کم ماند ز اسرار که مفهوم نشد
هفتاد و دو سال فکر کردم شب و روز　　معلوم نشد که هیچ معلوم نشد

ابوالحسن خرقانی

اسرارِ ازل را نه تو دانی و نه من وین حرف معما نه تو خوانی و نه من

هست از پسِ پرده گفتگوئے من و تو گر پرده برافتد نه تو مانی و نه من

ابوالفرج رُونی

تا یک نفس از حیات باقیست مرا در سر هوسِ شراب و ساقیست مرا

کاریکه من اختیار کردم این بود باقی همه کار اتفاقیست مرا

شهاب الدین مقتول

هان تا سر رشتهٔ خرد گم نه کنی خود را ز برائے نیک و بد گم نه کنی

ره رو تونی و راه تونی منزل تو هشدار که راه خود بخود گم نه کنی

سدید الدین اعور کرماج

قلب تو ز نورِ معرفت عور چرا است　　بینی تو بر روئے تو چوں گور چرا است
ابلیس اگر نیستی اے مردک زشت　　پس راست بگو چشمِ چپت کور چرا است

خواجہ معین الدین چشتی

سیل را نعرہ از آنست کہ از بحر جدا است　　وانکہ با بحر در آمیختہ خاموش آمد
نکتہا دوش بلبم گفت و شنید از لبِ یار　　کہ نہ ہرگز بزبان رفت و نہ در گوش آمد

میر مختوم

آنکس کہ جز او نیست بہ عالم موجود　　قیومِ وجود است و ہم از اصل وجود
در ہر اسمے اگرچہ خود را بنمود　　از اسم کجا شود مسمّی معدود

سیری غزنوی

سیری بہ حریمِ جان و دل منزل کن　　قطعِ نظر از صورتِ آب و گل کن
جز معرفتِ الٰہ ہیچ است ہمہ　　بگذر ز ہمہ معرفتے حاصل کن

حکیم نظام الدین علی کاشانی

جانے کہ بود قابلِ انوار کجاست　　واں دل کہ بود محرمِ اسرار کجاست
گیرم کہ ز رُخ پردہ کشاید معشوق　　چشمے کہ تواں دید رخِ یار کجاست

مُلّا حیاتی گیلانی

صوفی گوید کہ دوست در خانۂ ماست　　زاہد گوید کہ در دم و دانۂ ماست
ساقی گوید بہ جام و پیمانۂ ماست　　عاشق گوید بہ کوئی جانانۂ ماست

قاسم

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد　　آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال　　آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اشرف

اے آنکہ جمال تو بہ عالم مشہود　　انوار وجود تو بہ ہر شئے موجود
ہر نقش کہ بر صفحۂ ہستی بینم　　نظارۂ رخسار تو باشد مقصود

عاقل

تا نزہتِ یکرنگیٔ اشیا کردیم　　از شیشۂ رہے بسنگِ پیدا کردیم
یک جلوہ بہ ہر ذرّہ تجلّی دارد　　آئینہ شکستیم و تماشا کردیم

غربتی

غربتی گر روی به شهر و دیار　　روئے در مسجد مُصفّا کن
دوست را گر نمیتوانی دید　　خانۂ دوست را تماشا کن

غربتی

این هستی من بُرون ز آب و خاک است　　وز آتش و آب انجم و افلاک است
چون درک کند زاهد بیچاره مرا　　کاین هیئتِ من کُنه وجود پاک است

خان زمان علی قلی خان سلطان

عیسیٰ نفسے که دارد حیرانم کرد　　چوں طُرۂ خویشتن پریشانم کرد
از کفر سرِ زلف خودم کافر ساخت　　وز مصحفِ روی خود مسلمانم کرد

ظہوری

زاہد بحریم کعبہ جا میخواہد　　راہب صنم و کلیسیا میخواہد
غمناک طرب۔ خستہ شفا میخواہد　　خوش حال دل آنکہ ترا میخواہد

ظہوری

یارب نظرے کہ چشم جاں باز کنم　　یارب جگرے کہ رزم خود ساز کنم
یارب عشقے کہ شور در ملک نہم　　یارب حُسنے کہ بر جہاں ناز کنم

ظہوری

یارب مددے کہ نفس را پست کنم　　وز بادۂ عشق عقل را مست کنم
ہم بیخودئے کہ از تو آگاہ شوم　　ہم نیستیے کہ خویش را ہست کنم

ظہوری

اے کامشِ زاہدان ز قہاری تو وے نازشِ عاصیان بہ غفاری تو
در پردہ ازیں نیم کہ رسوای ما دستے زدہ در دامنِ ستاری تو

حکیم رکنائی کاشی

روز یکہ تنم زیں دہِ ویرانہ برند تابوت مرا عاقل و دیوانہ برند
ایں نقل مکانے ست کہ بیماراں را زیں خانۂ بدشگوں بآنخانہ برند

نظیریِ نیشاپوری

تو ہیچ بُدی کہ جسم و جانت دادند بر کسب و عمل تاب و توانت دادند
از دادہ و نا دادہ شکایت چہ کنی کاں چیز کہ ہست را یگانت دادند

عبدالباقی نهاوندی

کو منصور و انا الحق و دار چه شد　　کو ابراهیم و گلشن و نار چه شد

از آمد و رفت عالم بے سر و بُن　　زنهار مپرس کاخر کار چه شد

شیخ فخرالدین

اے در طلب تو عالمے در شر و شور　　نزدیک تو درویش و تونگر همه عور

اے با همه در حدیث و گوش همه کر　　وے با همه در حضور و چشم همه کور

شیخ فخرالدین

حالِ من خستهٔ گدا می دانی　　ویں دردِ دل مرا دوا می دانی

با تو چه کنم قصهٔ دردِ دلِ خویش　　ناگفته چو جملهٔ حالِ ما می دانی

بہاء الدین آملی

آہنگ حجازی نمودم من زار　　کامد سحرے بگوش دل ایں گفتار

یارب بہ چہ روی جانب کعبہ روُد　　گبرے کہ از و کلیسیا دارد عار

بہاء الدین آملی

مخمورم و در میکدہ جامی طلبم　　میخانہ نشینم و خدا می طلبم

ایں طُرفہ کہ با ایں ہمہ آلودگیم　　تاثیرِ اجابت از دُعا می طلبم

عبدالرزاق فیاض

دور از تو ام اے نگار خاکم بر سر　　سیلی خورِ روزگار خاکم بر سر

از شعلہ جدا چو اخگرم زنم ہنوز　　خاکم بر سر ہزار خاکم بر سر

عبدالرزاق فیاض

باراهِ صواب از خطا می گردیم — هرچند که رفته‌ایم وامی گردیم
او در دلِ ما در طلبش کوی بکوی — معشوقه کجا و ما کجا می گردیم

مرشد یزدجردی

گفتم زدرت به کعبه آرم رُخِ سیر — شاید شویم دل از آلایشِ غیر
گفتا که چو محروم شدی از درِ ما — خواهی درِ کعبه کوب و خواهی درِ دیر

محمّدجان قدسی

آن نور که زد در شجرِ طور آتش — افروخت ز دار بهرِ منصور آتش
رسوای حلّاج نه دار حیرت — هرگز نه شود به پُنبه مستور آتش

محمد جان قدسی

وصلِ تو بکام غیر دیدن مشکل — وز دیدنِ تو طمع بریدن مشکل
گفتی که بمیر تا به وصلم برسی — مردن آسان ولے رسیدن مشکل

محمد جان قدسی

اے جانِ جہاں - جہانِ جانِ ہمہ — یارِ ہمہ و مہربانِ ہمہ
عشاق به هر کناره می جویندت — با آنکه همیشه در میانِ ہمہ

نجم الدین دایه رازی

شمعے ست رُخِ خوبِ تو پروانه منم — دل خویش غمِ تو گشت بیگانه منم
زنجیرِ سرِ زلف تو در گردنِ تست — در گردن بنده نه که دیوانه منم

نجم الدین دایه رازی

ایدل تو بایں مفلسی و رسوائی　　انصاف بده که عشق را کے شائی
عشق آتش تیز ست و ترا آبے نه　　خاکت بر سر که با دمی همپائی

راهب

خواهم که شراب بے غمے نوش کنم　　با دختر رز دست در آغوش کنم
طبعم به نشاط سخت مائل شده است　　ترسم که غم ترا فراموش کنم

زین خان کوکه

در هجر من از طرب کنارے دارم　　با ناله و آه روزگارے دارم
غم بر سر غم ز غمگسارے دارم　　بایں همه غم خوشم که یارے دارم

سید حسن غزنوی

کے بو که قدم ازیں جهان برگیرم　　چون عیسیٰ راهِ آسمان برگیرم
ویں دست دل از دامن غم باز کنم　　ویں بار تن از گردنِ جان برگیرم

ظهیر الدین شفرده

خاکِ درِ تو چو سرمه در دیده برم　　وانگه نبظر پرده گردون بدرم
تو با من و رحم نے که در من نگری　　من با تو وزهره نے که در تو نگرم

بابا فغانی شیرازی

یارب سببے که آبِ حسرت نخورم　　وز جام هوا شرابِ غفلت نخورم
از نعمتِ معرفت غنی سازم را　　تا نانِ خسان به زهرِ منت نخورم

باقر مشهدی

آشفته چو زلفِ عنبر افشانِ توام افتاده چو کاکُلِ پریشانِ توام
گفتی که مرا به دردمندان نظر است من نیز یکی ز دردمندانِ توام

مرزا عرب ناصح تبریزی

از عشق رسید کار هر کس به نظام بی عاشق عشق ست هوسها همه خام
در دل عشقت به که بُوَد در سر عقل در خانه چراغ به که مهتاب به بام

میر سبز کاشی

بگذشت بهاران و شرابی نه زدیم در سایهٔ گُل یک ثمره خوابی نه زدیم
یار آمد و جلوه کرد و ما بی خبران بر دیدهٔ بخت مشت آبی نه زدیم

شیخ اوحدالدین مراغی

اے جاں موافقت سر اندازی کن — اے دل تو دریں واقعہ دمسازی کن
اے صبر تو تابِ غم نداری بگریز — اے عقل تو کودکی بروبازی کن

اوجی نظیری

بالاتر از آنی کہ بگویم چوں کن — خواہی جگرم بسوز و خواہی خوں کن
من صورتم از خویش ندارم خبرے — نقاش توئی عیبِ مرا بیروں کن

امیر مُغیث محوی

اے موسیٔ جاں ز نہانی بشنو — از ما سخنے بہ بیز بانے بشنو
بر طور مرو کہ لن ترانی شنوی — باز آ بہ خرابات و ترانے بشنو

رفیعی

زاهد نکند گنه که قهّاری تو ما غرق گناهیم که غفّاری تو
او قهّارت بخواند و من غفّارت یارب به کدام نام خوش داری تو

شیخ روزبهان صوفی

دل داغ تو دارد نه بفروختنی در دیده توئی و گر نه بر دوختنی
جان منزل تست ورنه روزی صد بار در پیش تو چون سپند در سوختنی

شیخ آوری

در کوی فنا اگر درے یافتمے با خود به عدم رهگذرے یافتمے
بگریختمے هزار منزل ز وجود گر سوی عدم راهبرے یافتمے

کمال الدین اسمٰعیل

در بند جہاں مباش و آزاد بزی وز بادہ خراب گرد و آباد بزی
تا زندہ ز مرگ نباشی ایمن یکبار بمیر تا ابد شاد بزی

میرزا عبد القادر بیدل

در یا نہ کشی اگر نہنگی نہ کنی بر کوہ نہ تازی ار پلنگی نہ کنی
یک قطرۂ تست قلزم کون و مکاں اے حوصلہ خیال تنگی نہ کنی

میرزا عبد القادر بیدل

بیدل عمریست کز طلب در بدرم در معنی تحقیق ہماں بے خبرم
صد پردہ شگافتیم و چیزے نکشود اکنوں برخیز تا گریباں بدرم

فردی اردبیلی

در عشق دلا چه بیقرارم سازی حسرت کش دردِ انتظارم سازی
تو حوصلهٔ غمش نه داری ترسم بر درگه دوست شرمسارم سازی

طالب آملی

ما بادهٔ زدست در جوانی ندهیم یک جرعه بملک جاودانی ندهیم
زان مے که خمارش چو خمارِ اجل است یک قطره بآب زندگانی ندهیم

طالب آملی

دل بے رُخ تو دامن پرخون بیند گل چون نبود سرشک گلگون بیند
از دیدهٔ خویش گر فتادم چه عجب چشمے که ترا دید مرا چون بیند

طالب آملی

کو دست که قفل استخوان بگشایم وز هر بن مو آه و فغان بگشایم
در هم شکنیم تار و پودِ تن را دیں رشته ز پای مرغِ جان بگشایم

طالب آملی

مائیم که جام عیش بر لب داریم خون در دل صد هزار مطلب داریم
بر تافته از صومعه مذهب روئے سر در سر میخانه مشرب داریم

طالب آملی

با بلبل مست نغمه پرداز غمیم بر شاخ فغان نشسته دمساز غمیم
هرگز دل ما صفیر عیشی نزدست ما سینه خراشیدهٔ آواز غمیم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اے بحر چرا حباب را بند کنی　　بر صنعت خویشتن شکر خند کنی
دعوای نفختَ فیہ من روح زنی　　این شیشہ گری بگو کہ تا چند کنی

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اللہ بروں ز عالم ایجاد است　　اما پیدا بہ جملۂ افراد است
شک نیست کہ واحد بنود از اعداد　　لکن موجود در ہمہ اعداد است

غلام قادر گرامی پنجابی

سر جلوۂ ذوقِ رمزِ ہستی مائیم　　سر خطِ کتابِ عشق و مستی مائیم
سر بر خطِ باطل چہ نہیم اے غافل　　مجموعۂ درسِ حق پرستی مائیم

غالب دہلوی

یارب بہ جہانیان دلِ خرّم دہ — در دعوی جنت آشتی باہم دہ
شدّاد پسر نداشت باغش از تست — آن مسکنِ آدم بہ بنی آدم دہ

غالب

چرگر کہ ز زخمہ زخم بر چنگ زند — پیداست کہ از بہر چہ آہنگ زند
در پردۂ ناخوشی خوشی پنہانست — گاز رنہ ز خشم جامہ بر سنگ زند

غالب

قانع نیم از بہشت نیز نم بخشند — از بخشش خاص تا چہ چیزم بخشند
امید کہ صرف رونمائی تو شود — جائے کہ بروز رستخیزم بخشند

غالب

اوراست اگر ہزار چیزم بخشند　　اوراست اگر بہشت نیزم بخشند
بر دوست فدا کنم بصد گونہ نشاط　　جانے کہ بروز رستخیزم بخشند

زائر

دردا کہ غم زمانہ بس جانکاہ است　　اول قدمش بسوی دوزخ راہ است
فارغ بہ نشیں و غم مخور شاد بزی　　ایں معنیٔ لا الہ الا اللہ است

واقف دہلوی

نے خوب مرا قبول دارد نے زشت　　نے در حرمم راہ نہ رویم کنشت
یارب بہ کجا روم بفرمائے کہ من　　نے در خورِ دوزخم نہ شایانِ بہشت

واقف دہلوی

در دیدهٔ دیده دیدهٔ می باید واز هر دو جهاں بریده می باید
تو دیده نه داری که به بینی اورا عالم همه اوست دیدهٔ می باید

واقف دہلوی

در مجلس دوست زهر و پیمانه یکیست آه سحر و نالهٔ مستانه یکیست
در مسجد و دیر حق پرستی غرض است گر خانه دو تاست صاحب خانه یکیست

نساخ

نے تخت نه من تاج شهاں میخواهم نے خاتم و نے مهر و نشاں میخواهم
مهر تو بدل زمان زماں میخواهم درد و غم تو جهاں جهاں میخواهم

بینوا دہلوی

در صورتِ قطرہ سر بسر دریائیم — تو ذرّہ مبیں مہرِ جہاں آرائیم
گویند کہ کُنہ ذاتِ حق نتواں یافت — ما یافتہ ایم اینکہ کُنہش مائیم

شیخ نظام احمد صانع بلگرامی

بگذار کہ من گزیدہ ام ملت عشق — عشق است رسولِ من و من امت عشق
برتافت ز دیر و کعبہ روی دل من — زیں پس من و آستانہ حضرت عشق

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

تا چند بہ کوہسار و دریا بینی — تا چند فضای باغ و صحرا بینی
تا زینہ وحدت الوجود اربری — در خود ہمہ و در ہمہ خود را بینی

درد

گر با دِ نسیم مست بوئے تو گذشت　　در فصل بہار محو روئے تو گذشت
یارب چہ قدر بہ خلق نزدیک تری　　ہر کس کہ ز خود گذشت سوئے تو گذشت

درد

زد شعلہ چو حسن دلفروزش خوانند　　گل کرد چو ناز عشق سوزش خوانند
خلق ست عبارت از ظہور خالق　　خورشید چو جلوہ کرد روزش خوانند

درد

مارا نبود گزر دراں کو کہ توئی　　تو ہر سو و کس نرفتہ آنسو کہ توئی
گو آئینۂ وجہ تو باشد ہمہ خلق　　نتواں دیدن ترا ازاں رو کہ توئی

درد

اے آنکہ بخواب صد تماشا دیدی باغ و چمن و بہار گلہا دیدی
نیرنگیٔ عالم مثالت گل کرد پنہاں بتو بود آنکہ پیدا دیدی

درد

خواہی کہ ہمہ راز الٰہی بینی چیزیکہ برون ز فہم خواہی بینی
اے بیخبر از خویش چہ امکان دارد اسرار الٰہی تو کجا بے بینی

درد

چوں آئینہ باید کہ مصفا باشی تا مظہر نور حق تعالیٰ باشی
اے درد اگر قرب خدا می خواہی دور از خود و نزدیک بدلہا باشی

درد

اے درد دلے کہ راز حق را فہمید ہر بحث ہماں حجت مولیٰ فہمید
عارف دانست انچہ عارف دانست مُلّا فہمید انچہ مُلّا فہمید

درد

فرمود چنیں حضرت حی قیوم در گوش دلم کہ اے طلسم موہوم
ہشدار کہ در عالم کثرت ہرگز تا من ہستم تو ہم نگردی معدوم

درد

ما صاف دلان نہ ہای و ہوئے داریم نی بحث بکس نہ گفتگوئے داریم
جز جلوۂ او زما نباید طلبید ما آئینہ ایم و عکس روئے داریم

درد

یک عمر زدورمی شنیدم اورا　　دربر بخیال می کشیدم اورا
اکنون که چو آئنه رسیدم پیشش　　خودرا او دید و من ندیدم اورا

درد

گر زنده ام آلوده بافکارِ تنم　　ور مرده همان بهشت و دوزخ وطنم
یارب تو بگو بذات پاکت سوگند　　کز دوش چگونه بار هستی فگنم

درد

اے درد هرانچه در وجود ست اینجا　　تبعیت حکم او نمود ست اینجا
گردون پشتی که خم شد از بهر رکوع　　خورشید سری که در سجود ست اینجا

درد

در بزم جہاں کہ وہم بست ست آئیں — از آمد و رفتِ خلق فارغ بہ نشیں
چوں آئینہ ہر کہ پیشت آید اے درد — او را تو باو نما و خود ہیچ مبیں

مرزا مہدی خاں کوکب

در چشمِ بصیرت ہمہ نورِ تو بود — ہر ذرّہ نشانے از ظہورِ تو بود
آں سر چکنم کہ ہست بے سودا یت — با دل کہ ہمی تہی ز شورِ تو بود

درد

اے درد چرا بہ کنج باغش جوئی — وز بہر چہ در میان راغش جوئی
من در رہِ او فتادہ چوں نقشِ قدم — از من جوئی اگر سراغش جوئی

درد

اے کردہ تلف عمر گرانمایہ خویش — در صحبت ہر مرد فقیر و درویش
از عالم غیب آنچہ خواہی درست — اے مخزن اسرار الٰہی اندیش

درد

ہر جا زنئ و چنگ صدائی شنویم — آہنگ ترا نام خدائی شنویم
گر چشم کشائیم تو مد نظری — ور گوش نہیم ہم ترا می شنویم

درد

در بحر تو اے حباب گم خواہی شد — در باد تو ای سحاب گم خواہی شد
اندک اے ذرہ سعی دیگر کاخر — در پرتو آفتاب گم خواہی شد

درد

هر گوشہ فضائے صد بیاباں دارد　　هر غنچہ بمشت خود گلستاں دارد
گر عقدۂ خاطرت کشاید بینے　　هر قطرہ بجیب خویش طوفاں دارد

درد

عمریست کہ وابستہ بہ تار نفسم　　یعنی بہ شکنجۂ ہوا و ہوسم
معلوم نشد مرا ز فہم ناقص　　یارب ز کجایم بہ کجایم چہ کسم

درد

ہر چند کدورت وصفا را یابی　　لکن نتواں کہ مدعا را یابی
گوشِ طبیعی و آہی فہمے　　ممکن نبود اینکہ خدا را یابی

درد

اے آنکہ تو ہر زشت نکو را یابی حیف ست نہ آں جلوۂ رو را یابی
آئینہ بہ بر داری و معلوم تو نیست دل را دریاب تا کہ او را یابی

درد

دریا چو فرو رفت بخود شد گرداب وقتیکہ کشود چشم گردید حباب
ایں موج ظہور ست و گرنہ اے درد گرداب و حباب و موج باشد ہمہ آب

درد

یناست اگر سر نیاز ست اینجا جام ست اگر دیدۂ باز ست اینجا
ایں محفل درد جائے بد مستی نیست ہشدار کہ بزم امتیاز ست اینجا

درد

زد جوشش جنون عشق زمیخانه ما جا کرده بدل صورت جانانه ما
در دیده تصورش ز دل می آید از شیشه پری چکد به پیمانهٔ ما

درد

هستی و عدم خراب میخانه اوست امکان و وجوب مست پیمانه اوست
چشم دل تو اگر حقیقت بین نیست هر ذرهٔ خلق روزن خانه اوست

درد

اے درد نفهمی تو زبان شعله آگه نه از راز نهان شعله
یعنے که خسے نسوخت او بلکه بعکس آتش افگند خس بجان شعله

درد

برخاست غبارم چو ازینجا ناگاہ　　ہر سو جرس آہنگ شدہ نالہ و آہ
در فکر سراغ آں بصحرائے عدم　　صد قافلۂ ریگ رواں گشت تباہ

درد

اے درد اگر محرم راز قدمے　　با شادی و غم عبث چرا متہمے
اے ہیچ ترا بایں خیالات چہ کار　　جائے کہ وجود ست تو انجا عدمے

درد

اے درد اگر عارف صاحب رازے　　با دید فنا مدام باید سازے
در چشم تو ہر چہ رنگ صورت گیرد　　چوں آئینہ جملہ را در آب اندازے

درد

در اصل چو خلق غفلت آثار شدی　　آگه نشدی اگرچه هشیار شدی
تا حال بهمان غافلی اید ردچه شد　　در خواب اگر ز خواب بیدار شدی

درد

گاهی هشیار و گه سیه مست شدی　　گاهی کم زور و گه زبردست شدی
چون هستی بی بود تو جز وهمی نیست　　ای هیچ عبث تو اینهمه هست شدی

درد

ای ساده دل این نقش پذیری تا کی　　بر روی بساط جای گیری تا کی
چون آخر کار مات خواهی گردید　　بس ناز بشاهی و وزیری تا کی

درد

کل کردم و راز من نفہمید کسے آگاہ ز جلوہ ام نہ گردید کسے
ظاہر شدم و ہماں نہفتہ ماندم ہمچوں سخنے کہ در دلے نشنید کسے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بہ یزداں روزِ محشر برہمن گفت فروغ زندگی تاب شرر بود
ولیکن گر زنجی با تو گویم صنم از آدمی پائندہ تر بود

ڈاکٹر سر محمد اقبال

شنیدم در عدم پروانہ می گفت دمے از زندگی تاب و تبم بخش
پریشاں کن سحر خاکسترم را ولیکن سوز و ساز یک شبم بخش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سکندر با خضر خوش نکتہ گفت — شریکِ سوز و سازِ بحر و بر شو

تو ایں جنگ از کنار عرصہ بینی — بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چو ذوقِ نغمہ ام در جلوت آرد — قیامت افگنم در محفلِ خویش

چو می خواہم دمے خلوت بگیرم — جہاں را گم کنم اندر دلِ خویش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سفالم را مئے او جامِ جم کرد — درون قطرہ ام پوشیدہ یم کرد

خرد اندر سرم بت خانہ ریخت — خلیل عشق دیرم را حرم کرد

نعت و منقبت

علی خزیں

پیغام خدا نخست آدم آورد　　انجام بشارت ابن مریم آورد
با جملہ رسل نامہ بے خاتم بود　　احمد بر نامہ و خاتم آورد

میر غلام علی آزاد بلگرامی

سلطان رسل شمع شبستان قدم　　پروانۂ او چراغ ماہ و پرویں
نخلِ قدِ او درین چمن سایہ فگند　　بر فرق جہانیان نہ بر روی زمیں

میر غلام علی آزاد بلگرامی

ای آنکہ شہان تو نگر از مایۂ تو وز جملہ بلند آخریں پایۂ تو
بر پشت صحیفۂ نبوت ایزد خاتم زدہ از سیاہیٔ سایۂ تو

میر غلام علی آزاد بلگرامی

ہر چند نہ برگے نہ نوائے دارم در زاویۂ خمول جائے دارم
اما ز محبتِ رسول الثقلین در سینہ بہشت دلکشائے دارم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از معجزہ ات چساں نمایم آغاز کز نطق تو جز مسیح نبود ہمراز
ہر ذرّۂ در گہت بخورشید زند پہلوی انا الشمس ز روے اعجاز

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از روز ازل تاج رسالت بر سر — هم تا به ابد خلعت صفوت در بر
ما کانَ محمدٌ به شانت آمد — بیرون بود این مراتب از شانِ بشر

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اے سرورِ انبیا و سالار ملک — ذاتِ تو بود منشاء ایجاد فلک
حق جلوه نمود در لباس تو بخلق — بے میم تو احمد نمی‌ائی لاشک

میر غلام علی آزاد بلگرامی

تحقیق نمودم ز الف با تا یا — سرّیست نمیتوان نمودن افشا
ہر حرف تہجی ست طومار رموز — در وصفِ تو اے ابجد آل طاہا

یوسف بلگرامی

گر مهر رخِ تو جلوه پیرا نشدی　　یک ذرّه ز کائنات پیدا نشدی
در نقطهٔ نورِ تو نہ گشتی مرکز　　نہ دائرهٔ فلک ہویدا نشدی

یوسف بلگرامی

اے در چمنِ پیمبران تازه گلے　　در محفل ساکنانِ لاہوت ملے
یوسف نتواند کہ کند نعت ترا　　آغاز دو عالمے و ختم رسلے

درد

اے بہرِ شفاعتِ دو عالم لائق　　دارم ز جنابِ تو امیدِ واثق
بہ شبہہ ز خورشید حقیقت بجہاں　　تو مخبرِ صادقی چو صبحِ صادق

درد

خواہی کہ شود در دو جہانت بہبود — در بندگی رسول باشی بہ سجود
گر فہم کنی وگر نہ فہمی بیشک — حق ست ہماں ہر چہ پیغمبر فرمود

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

خاور چکد از شبم بایں تیرہ شبی — کوثر چکد از لبم بایں تشنہ لبی
اے دوست ادب کہ در حریم دل ماست — شاہنشہ انبیا رسول عربی

خسرو

از نور محمدؐ ار تو داری اثرے — کن از سر صدق در شہادت نظرے
اللہ و محمدؐ ست پیوستہ بہم — اعنی کہ میان شان نگنجد دگرے

حفظ اللہ خاں بن سعد اللہ خاں وزیر

در انجمن دہر نخست آمدۂ　　زانگونہ کہ شایستۂ تست آمدۂ

اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود　　دیر آمدۂ ولے درست آمدۂ

غالب دہلوی

شب چیست سوید ائے دلِ اہلِ کمال　　سرمایہ دہ حسن بزلف و خط و خال

معراج نبی بشب ازاں بود کہ ہست　　وقتے شایستہ تر ز شب بہر وصال

عارف

در خلوت خویش چوں ترا کرد طلب　　فرقے ز تو ماندہ قاب قوسین بزب

ایں رتبہ بہ انبیا نباشد عارف　　حق خاتم انبیا ازاں کرد لقب

عارف

نقش قدمِ تو افسرِ افلاک ست　　نعت تو فزوں تر ز حد ادراک ست
کے لاف سخن بکنہ ذات تو رسد　　چوں ذات تو پاک ہمچو ذاتِ پاک ست

عارف

مخلوق نشد بشر دریں نیلی کاخ　　بر کرسی و عرش تا کند دستِ فراخ
جائے ادبے کہ عقل کل محرم نیست　　اُمی لقبا چہ خوش تو رفتی گستاخ

عارف

آراستہ گردد چو قیامت ز اصف　　عالم شود از فسردگی جملہ تلف
واللہ بایں شگفتہ روی آئم　　آئی چو گل و گل شفاعت بر کف

عارف

بردند بپابوس تو فخر اہل زماں　　محروم ہم اہل سماں نیست ازاں

خاک درِ تو سرمۂ چشمِ عارف　　اے احمد مجتبیٰ عمیم الاحساں

عارف

مکتوب بہ لوح دیدہ ام خطبۂ تو　　زاں کعبہ شمردہ است دل عتبۂ تو

حق وعدہ نمود آنکہ مثلت نکند　　انجام پذیرفت بتو مرتبہ تو

عارف

ذات تو بود در انبیا مستثنیٰ　　اسماء ترا بود صفات حسنیٰ

مثل تو مخیرے نگردید بخیر　　اے خیر بشر خیر رسل خیر وریٰ

عارف

اے احمد و حامد و وحید و محمود — بر خاک درے تو ہست عارف بسجود
آشفتۂ روزگار و انجام خود ست — بنواز او را بحق رب المعبود

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

رفتم زجہاں ولی ولی میگویم — بُردم ایماں جلی جلی میگویم
من حلقہ بگوش اہل بیتم زازل — جاں میدہم و علی علی میگویم

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

زود آمدہ ام اگرچہ دیر آمدہ ام — سر بر خط حضرت امیر آمدہ ام
در میکدۂ ساقی کوثر رفتم — پیمانہ کشِ خُم غدیر آمدہ ام

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

حرفے ز علی بگو امیرم این ست　　پیدا و نهفته در ضمیرم این ست
آن دست خداست دستگیری بکند　　دستم گیرد که دست گیرم این ست

میر غلام علی آزاد بلگرامی

در شبینه بخواب حشر دیدم برپا　　دربانِ ارم ستاده در دست عصا
رفتم که اجازت طلبم گفت کرا　　گفتم که غلام علی ام گفت بیا

میر غلام علی آزاد بلگرامی

در راهِ خداست شیر نر دان بلدم　　از حکمت آنجناب آید مددم
گر رفت فرو میانِ خُم افلاطون　　من رفتم و در غدیر خُم غوطه زدم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

حیدر کہ فشرد پا بدوشِ شہ دیں — در خاتم بے نظیر جا کرد نگیں
آں وقت جہانیاں ندا در دادند — سبحان اللہ زہے مکان و چہ مکیں

میر غلام علی آزاد بلگرامی

آں شاہ کہ بار سول یکتا گردید — بر دوش شریف جلوہ پیرا گردید
در گلشن دیں ز بسکہ جوشید بہار — نخلِ قد احمدی دو بالا گردید

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از روز ازل فدائے نام علی ام — در راہ عقیدت نقش گام علی ام
در حشر جواب خویش گویند ہمہ — ایں ست جوابم کہ غلام علی ام

نعمت اللہ کرمانی

آں شاہ کہ او قسیم نار ست و جناں — در ملک و ملل صاحب سیف ست و سناں
ملکِ دو جہاں مسخرِ او ست بلے — ایں را بستاں گرفت و آں را بسناں

مولانا جلال الدین رومی

روزیکہ علی ز غیب آمد بہ شہود — از بہر علی خدا درِ کعبہ کشود
در بستہ بداد خانۂ خود بہ علی — یعنے کہ علی ست خانہ زادِ معبود

مولانا جلال الدین رومی

رومی نشد از سرِ علی کس آگاہ — زیرا کہ نشد کس آگہ از سرِ الٰہ
یک ممکن و اینہمہ صفاتِ واجب — لاحول ولا قوۃ الّا باللہ

بوعلی قلندر

اولاد علی خلاصۂ ابرار اند　　چون والد خویش محرم اسرار اند
تحلیل مواد فاسدِ کفر کنند　　در منفعتِ مزاجِ دیں جد وار اند

شاپور

از بہرِ محبت علی ہستی ماست　　گلچینیٔ ایں بہار تر دستیٔ ماست
دل ساغر و مہر ساقیٔ کوثر مے　　از میکدۂ غدیرِ خُم ہستیٔ ماست

خواجہ معین الدین چشتی

اے بعدِ نبی بر سرِ تو تاج نبی　　اے دادِ شہان ز صولتت باج نبی
آنی تو کہ معراج تو بالاتر شد　　یک قامت احمدی ز معراجِ نبی

عارف

از حب تو مومن بست در حسن مآب — سوز و بسقر منکر تو روز حساب
از معجزه رسول شق قمرست — قلعه در خیبر ز تو ای فتح الباب

عارف

در نکر مناقب علی رفتم دوش — این داد بگوش دلم آواز سروش
در منقبتش که یل اتی گفت خدا — عارف تو چه دانی و چه خوانی خاموش

عارف

تا چند تو ان نمود عارف املا — در منقبتش که نیست مقدور اصلا
فرمود چو کشف شد حجاب کونین — آن عارف من عرف سلونی بلا

عارف

گر دید ترا چو دوش احمد پایه — در کعبه شکستی بت سنگین پایه
کرار بغیر قید فرار توئی — چون گفت نبی لاعطین الرایه

عارف

در منزل صبر همره ایوبی — در بیت حزن توهم دم یعقوبی
یوقون نموده حق به شانت نازل — در کسوت انسان شرف کروبی

عارف

روزیکه شوند اهل محشر محشور — خورشید علم شود بفرق جمهور
خلقی که طپند ز العطش چون بسمل — سیراب کنی تو آن دم از جام طهور

عارف

خواہی کہ رسد نصرت و امداد علیؓ — رو در دلِ خود ثبت نما یاد علیؓ

آنست علی بفہم زیں رتبہ داد — شد آل نبی حصر در اولاد علیؓ

ابو نصر فارابی معلم ثانی

تا بادۂ عشق در قدح ریختہ اند — واندر پئے عشق عاشق انگیختہ اند

با جان روانِ بو نصر مہر علی — چوں شیر و شکر بہم آمیختہ اند

نساخ

در گلشن اسلام بہار ست علیؓ — تا بندہ خورِ نصف نہار ست علیؓ

او مورِ دلِ اتقی و باب علم ست — نساخ خدیو ذوالفقار ست علیؓ

شرفِ انسان و صفتِ آفرینش

اثیرالدین خستگی

گه طعمهٔ مور اژدهای سازی گه از پرِ پشهٔ همای سازی
درهم شکنی کاسهٔ صد کسرا را تا دسته کوزهٔ گدای سازی

بابا افضل کوهی

یارب! چه خوش است بی دهن خندیدن بی منّتِ دیده خلق عالم دیدن
بنشین و سفر کن که نمایت نیکو بی زحمت پا گرد جهان گردیدن

بابا افضل کوہی

چنداں برو ای رہ کہ دوئی برخیزد گر ہست دوئی زرہ روی برخیزد
تو او نشوی ولے اگر جہد کنی جائے برسی کز تو توئی برخیزد

بابا افضل کوہی

بر ہر کہ حسد بری امیر تو شود وز ہر کہ فرو خوری اسیر تو شود
تا بتوانی تو دستگیری میکن کان دست گرفتہ دستگیر تو شود

بابا افضل کوہی

از کبر مدار ہیچ در دل ہوسے کز کبر بجائے نرسیدست کسے
چوں زلفِ بتاں شکستگے عادت کن تا صید کنی ہزار دل در نفسے

ابوسعید مهنه

آن وقت که این انجم و افلاک نبود وین آب و هوا و آتش و خاک نبود
اسرار یگانگی سبق می گفتم وین قالب و این نوا و ادراک نبود

ابوسعید مهنه

کی حال فتاده هرزه گردی داند بی درد کجا لذت دردی داند
نامرد بچیزے نخرد مردان را مردے باید که قدر مردی داند

ابوسعید مهنه

گر قرب خدا می طلبی دلجو باش اندر پس و پیش خلق نیکو گو باش
خواهی که چو صبح صادق القول شوی خورشید صفت باهمه کس یکرو باش

ابوسعید مهنه

معمورهٔ دل بعلم آراسته به　　مطمورهٔ تن بکهنه پیراسته به
از هستی خود هرچه تواں کاسته به　　هرچند زهر که هست ناخواسته به

عمر خیام

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز　　از روے حقیقتے نه از روے مجاز
بازیچه همی کنیم بر نطع وجود　　رفتیم به صندوق عدم یک یکباز

عمر خیام

احمد خوئی که عالمی بندهٔ اوست　　یوسف روئی که ماه شرمندهٔ اوست
عیسی نفسی که جان و دل زندهٔ اوست　　موسی لقبی که دوست خواهندهٔ اوست

عمر خیام

بیشی طلبی ز هیچ کس پیش مباش چون مرهم و موم باش و چون نیش مباش
خواهی که ز هیچ کس تو بد نرسد بدگوی و بدآموز و بداندیش مباش

عمر خیام

صد سال در آتشم اگر محل بود آن آتش سوزنده مرا سهل بود
با مردم نااهل مبادم صحبت کز مرگ بتر صحبت نااهل بود

عمر خیام

اندر ره حق تصرف آغاز مکن چشم بد خود بعیب کس باز مکن
سر دل هر بنده خدا می داند خود را تو درین میانه انباز مکن

عمر خیام

گر می نخوری طعنه مزن مستان را گر توبه دهد توبه کنم یزدان را
تو فخر بدین کنی که من می نخورم صد کار کنی که می غلام ست آن را

عمر خیام

می بر کف من نه که دلم در تاب است وین عمر گریز پای چون سیماب است
برخیز که بیداری دولت خواب است دریاب که آتشِ جوانی آب است

عمر خیام

نیکی و بدی که در نهادِ بشر ست شادی و غمی که در قضا و قدر ست
با چرخ مکن حواله کاندر رهِ عقل چرخ از تو هزار بار بیچاره تر ست

عمر خیام

جانم بفدای آنکه چون اهل بود سر در قدمش اگر نهم سهل بود
خواهی که بدانی به یقین دوزخ را دوزخ بجهان صحبت نااهل بود

عمر خیام

در دهر هر آنکه سیم نانی دارد از بهر نشست آستانی دارد
نه خادم کس بود نه مخدوم کسی گو شاد بزی که خوش جهانی دارد

عمر خیام

آورد باضطرابم اول بوجود جز حیرتم از حیات چیزی نفزود
رفتیم باکراه ندانیم چه بود زین آمدن و بودن و رفتن مقصود

عمر خیام

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد وز کوزهٔ بشکسته دم آبی سرد
مامور کسی دگر چرا باید بود یا خدمت چون خودی چرا باید کرد

عمر خیام

با مردم پاک باز و عاقل آمیز وز نااهلان هزار فرسنگ گریز
گر زهر وید ترا خردمند بنوش در نوش رسد ز دست نااهل بریز

عمر خیام

با نفس همیشه در نبردم چه کنم وز کردهٔ خویشتن بدردم چه کنم
گیرم که ز من در گذرانی بکرم زین شرم که دیدی که چه کردم چکنم

عمر خیام

مقصود ز جملہ آفرینش مائیم در چشم خرد جوہر بینش مائیم
ایں دائرہ جہاں چو انگشتری است بے ہیچ شکے نقش نگینش مائیم

سحابی استرآبادی

جز عین تو نیست ہر چہ خونی اورا دراز نظر قبول رانی اورا
تا کے گوئی ایں بد و آں نیک ست ہر کس کہ تو نیستی چہ دانی اورا

سحابی استرآبادی

در ہر کہ رسی نکو ببیں کو نیکوست کو ساختہ و خواستہ حضرت اوست
بر بے سر و سامانی من عیب مکن شاید کہ مرا دوست چنیں دارد دوست

سجابی استرآبادی

گه نور علا مقام بینم خود را گه ظل و گهی ظلام بینم خودرا
چشمم ز فلک برون و شخصم در خاک یارب؟ چه کنم کدام بینم خودرا

سجابی استرآبادی

توحید به هر که پرده راز کشود یک را همه و همه یکی دید و شنود
من می گفتم که حال خودمی گویم چون وا دیدم حال همه عالم او بود

سجابی استرآبادی

از خلق جهان و هستی فانی ما دانسته نشد به غیر نادانی ما
حیرانی ما بود مراد از همه چیز یارب! چه مراد است ز حیرانی ما

سجابی استرآبادی

آئینہ صفت بہ دست او نیکوئی زیں سوئے نمودہ و لے زاں سوئی
او دیدہ ترا کہ عین ہستی تو اوست زانش تو نہ دیدہ کہ عکس اوئی

سجابی استرآبادی

عالم ہمہ در دست دوا میخواہد از خوانِ کرم برگ و نوا میخواہد
کس بیحاجت نمی تواند بودن درویش غذا شہ اشتہا میخواہد

جامی

گر در دلِ تو گُل گذرو گُل باشی در بلبل بے قرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کُل است اگر روزے چند اندیشہ کُل پیشہ کنی کُل باشی

جامی

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقے — واندر صفت صدق و یقیں صدیقے

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر حفظ مراتب نکنی زندیقے

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

عیب است بزرگ برکشیدن خودرا — وز جملۂ خلق برگزیدن خودرا

از مردمک دیدہ بباید آموخت — دیدن ہمہ کس را و ندیدن خودرا

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

شرط است کہ چوں مردرہِ درد شوی — خاکی تر و ناچیز تر از گرد شوی

ہر کو ز مراد کم شود مرد شود — بفگن الفِ مراد تا مرد شوی

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

دی آمدم و نیامد از من کارے دامروز ز من گرم نشد بازارے
فردا بروم بخیر از اسرارے ناآمدہ بہ بودے ازین بسیارے

ابن یمین

کریم زادہ چو مفلس شود بد و پیوند کہ شاخ میوہ دگر بار بار ور گردد
لئیم زادہ چو منعم شود ازو بگریز کہ مستراح چو پُر گشت گندہ تر گردد

ابن یمین

با بداں کم نشین کہ صحبتِ بد گرچہ پاکی ترا پلید کند
آفتابے بایں بزرگی را لکّۂ ابر ناپدید کند

ابیات

بود چار چیز از کمالِ حماقت مکن ہیچ یک را ازینہا تصور

بہ مفسد سخاوت بہ احمق محبت بہ ناداں تواضع بہ دانا تکبر

ابیات

نان و سرکہ گر نہی پیشِ کسے نفط خود شیریں کنی چوں انگبیں

بہ کہ حلوا و شکر پیش آوری وانگہے سرکہ بمالی بر جبیں

ابیات

برائے نعمتِ دنیا مکش مذلتِ خلق کہ نزد اہلِ خرد زیں سبب خرے باشی

ز خون دیدہ غزا گر کنی ازاں خوشتر کہ زیرِ منتِ احسانِ ناکسے باشی

جلال الدین محمد اکبر شاہ

از بارگنہ خمیدہ پشتم چہ کنم　　نی راہ بہ مسجد نہ کنشتم چہ کنم
نی در صف کافر نہ مسلماں جایم　　نی لایق دوزخ نہ بہشتم چہ کنم

عرفی شیرازی

تا از نظر افتادۂ عالم نشوی　　الفت نکنی بہ خلق و ہمدم نشوی
ہر چیز کہ میشوی خریدارت ہست　　زنہار دریں زمانہ آدم نشوی

شیخ عماد فقیہ کرمانی

گر خدمت ہر تنے کنی جاں باشی　　در جان باشی در خور جاناں باشی
مہماں سرائے تو اگر باشد مور　　زاں بہ کہ تو مہمان سلیماں باشی

نصرت اللہ خان نثار

گیرم پسر اکہ رستم و سام شدی　　یا خسرو نیمروز یا شام شدی
نہ زور بگور میستواں بُرد نہ زر　　افسوس کہ کیمیائے او ہام شدی

میر مختوم

تا ظن نبری کہ من بخود موجودم　　یا ایں رہِ خونخوار بخود پیمودم
ایں بود نبود من ز بودِ او بُود　　من خود کیم و کجا بدم کے بُودم

میرزا ابو سعید اعلیٰ

ہر کس کہ خدا شناس شد آزاد است　　وز نیک و بدِ زمانہ دایم شاد است
بر ہستی خویش دل چہ بندی چو حباب　　بنیادِ وجودت گر ہی بر باد است

کاہی کابلی

آنرا کہ ہمیشہ لطفِ حق ہمراہ است　　شاہش چو گدا ست و گدا چوں شاہ است

از صورتِ خلق معنیِ حق می بیند　　آرے آدم بہ صورتِ اللہ است

غیرت ہمدانی

اے ہمنفساں! کہ دردناکیم ہمہ　　در اصل زیک گوہر پاکیم ہمہ

غیرت! دلِ یک دگر چرا رنجانیم　　تا چشم بہم زنیم خاکیم ہمہ

سرمد کاشی

آنکس کہ ترا تاجِ جہانبانی داد　　ما را ہمہ اسبابِ پریشانی داد

پوشید لباسِ ہر کہ لا عیبے دید　　بے عیباں را لباسِ عریانی داد

نجم‌الدین خوارزمی

زان باده نخورده‌ام که هشیار شوم　　آن مست نبوده‌ام که بیدار شوم
یک جام تجلی جمال تو بس است　　تا از عدم و وجود بیزار شوم

نجم‌الدین خوارزمی

حاشا که دلم ز تو جدا خواهد شد　　یا با کس دیگر آشنا خواهد شد
از مهر تو بگذرد کرا دارد دوست　　وز کوی تو بگذرد کجا خواهد شد

نظیری نیشاپوری

تو هیچ بدی که جسم و جانت دادند　　هر کسب و عمل تاب و توانت دادند
از داده و نا داده شکایت چه کنی　　کان چیز که هست رائگانت دادند

عجم قلی بیگ ذوالقدر

انسان که شریف تر ز مخلوقات است — در شان شرفش دو جهان آیات است
در نیستی نیستیش هستیها است — چون نفی شود نفی همه اثبات است

بهائی آملی

یارب! تو مرا مژده وصلی برساں — برهانم ازاین فرع به اصلی برساں
تا چند ازیں فصل مکرر دیدن — بیروں ز چهار فصل فصلی برساں

بهائی آملی

ای دل قدمی در ره حق ننهادی — شرمت باد اگه سخت دور افتادی
صد بار عروس توبه را بستے عقد — نایافته کام از و طلاقش دادی

ہدایت طبرستانی

بحریست وجود و ایں تعین ماہی ماماہی و بحر را بہ ما ہمراہی

ہر چند کہ ماہی شدہ غرق اندر بحر از بحر چہ گونہ باشدش آگاہی

فکری خراسانی

بر صفحہ ہستی چو قلم می گذریم حرف غم خود کردہ رقم می گذریم

زیں بحر پر آشوب کہ بے پایاں ست پیوستہ چو موج از پئے ہم می گذریم

رضی نیشاپوری

در جستنِ رازِ فلکِ دائرہ وار بسیار بگشتیم بہ سر چوں پرکار

در کار شکستِ ایں تنِ چوں سوزن دردا کہ نیافتیم سر رشتۂ کار

اشراق اصفہانی

چشمے دارم چو لعل شیریں ہمہ آب　　بختے دارم چو چشم خسرو ہمہ خواب

جسمے دارم چو جان مجنوں ہمہ درد　　جانے دارم چو زلف لیلی ہمہ تاب

سلمان ساوجی

اے ابر بہار خار پرورد تست　　اے خار درون غنچہ خوکردہ تست

اے غنچہ عروس باغ در پردہ تست　　اے باد صبا اینہمہ آوردہ تست

ہمایون بادشاہ

ایزد کہ فلک بقبضۂ قدرت اوست　　دادست ترا دو چیز کان ہر دو نکوست

ہم سیرت آنکہ دوست داری کس را　　ہم صورت آنکہ کس ترا دارد دوست

یوسف عادل شاه

آنکس که علم به نیک نامی افراشت　　در مزرع دهر تخم نیکوئی کاشت
نیکو ناماں زندهٔ جاوید انند　　مُرد آنکه بمُرد و نام نیکو نه گذاشت

امامی خلخالی

با خلق خدا سخن به شیرینی کن　　اظهار نیاز و عجز و مسکینی کن
تا بر سر دیده جا دهندت مردم　　چون مردم دیده ترک خودبینی کن

زائر

اے مولوی مدرسه گفت و شنید　　فکر تو به مشکلات هر علم رسید
چشم تو گرفتار سپیدست و سیاه　　میدیدی کاش انچه می بایدید

مرزا بیدل

حیف از تو دو روزی که مقیم باغی — از بلبل غافلی حریف زاغی
صحبت اینجا موثرست آگه باش — در آب روی تری در آتش داغی

مرزا بیدل

آواز کریم را صلا می خوانند — سایل چو دمی زند دعا می خوانند
یک نغمه شوق ست چه فقر و چه غنا — کز پردهٔ هر ساز جدا می خوانند

مرزا بیدل

گر مرد رهی ز طبع خود کام برآ — از پیچ و خم وسوسهٔ خام برآ
اے منکر کیفیت پرواز نگس — بے زینه تو نیز تا سر بام برآ

مرزا بیدل

گر سایه شخص باز گردید چه شد　　در عکس ز جلوه دور بالید چه شد
حق از عدم و وجود ما مستغنی ست　　خورشید اگر شعاع نمید چه شد

شاپور

این عمر با بر نوبهاران ماند　　وین عیش بسیل کوهساران ماند
زنهار چنان بزی که بعد از مردن　　انگشت گزیدنی به یاران ماند

شاپور

ایکه امروز ترا فرصت کار خویش ست　　توشه بردار که فردا سفری در پیش ست
توشه راه فنا تا بتوانی بردار　　که تهیدست درین بیشه بسی در کمین ست

شاپور

دشنام اگر دہد خسیسے　　چارہ نبود بجز شنیدن
گر پای کسے سگے گزیدہ　　با سگ نتواں عوض گزیدن

شاپور

خاک نشینی ست سلیمانیم　　ننگ بود افسر سلطانیم
مست چہل سال کہ می پوشمس　　کہنہ نشد جامۂ عریانیم

شاپور

پیمانہ چو من دمی بہ میخانہ گریست　　گفت از پی آں مرا کہ ایں گریہ زریست
امروز گل من ست پیمانۂ تو　　تا خاک تو فردا گل پیمانہ کیست

شاپور

گر آدمیٔ تراہنر بایستی　　قولِ تو بلیغ و معتبر بایستی
جز خوردن و خواب چون نداری کارے　　گوش تو ازیں دراز تر بایستی

شاپور

گہ ناز کند فرشتہ بر پاکیٔ ما　　گہ دیو کند عار ز ناپاکیٔ ما
ایماں چو سلامت بلب گور بریم　　احسنت بریں چستی و چالاکیٔ ما

شاپور

یک نیمۂ عمر در بطالت بگذشت　　یک نیمہ بہ تشویش و خجالت بگذشت
عمری کہ از و دل جہانی آزرد　　بنگر بچہ حیلت و حوالت بگذشت

امیر خسرو

یارب چو بعقل خود بتاہم چکنم وز گیسو و زلف رسیاہم چکنم
گیرم بکرم گناہ من عفو کنی زیں شرم کہ دیدۂ گناہم چکنم

رشیدائی گاذرونی

اے دل چو ہوائے خاک آں در داری شرمت باد اگہ میل افسر داری
گر سر نگذاری اندریں رہ باری از سر بگذار انچہ در سر داری

مجد الدین محمد تاثیر النوی

خواہے کہ میانِ خلق قاضی باشی باقی مانی گہے کہ ماضی باشی
با خلق خدا حکم چناں کن کہ اگر ایں بر تو کسے کند تو راضی باشی

بیکسی غزنوی

اے دل تو عناں بغصہ و غم ندہی یک لحظہ خوشی بمملکت جم ندہی
یارے اگرت بدست افتد زنہار خاک قدمش بہر دو عالم ندہی

مرزا حسن واہب

بے برگ طلب بمدعائے نرسی تا نگذری از خودی بجائے نرسی
از کوچۂ نی ہمیں صدا می آید تا صاحب برگی بنوائے نرسی

شیخ شاہ نظیر قمشہ

شد عمر و ندیدیم بمیداں گردی مردیم در آرزوی ہم نادردی
مرداں بگریباں زناں سر بردند شاید ز زنے سری بر آرد مردی

شیخ شاه نظیر قمشه

اے خواجه دو گام ره نراندی ماندی — خود را بر رفیقان نرساندی ماندی
این راه نه راه کعبه آب و گل ست — یک گام ز کارواں چو ماندی ماندی

شیخ عبد السلام پیامی

جمعند ز سفلگان بعالم مشتے — عاقل نهند بحرف شاں انگشتے
خالی شده دیر و حرم از مردم اهل — در آن خلیلے نه درین زردشتی

کمال

گر در پئے قول و فعل سنجیده شوی — در دیدهٔ خلق مردم دیده شوی
با خلق چناں مزی که گر فعل ترا — هم با تو عمل کنند سنجیده شوی

مرزا عرب ناصح تبریزی

گاه از تقصیر بندگی می ترسم　　گاه از غم سر فگندگی می ترسم
ابنای زمان ز مرگ ترسند همه　　این طرفه که من ز زندگی می ترسم

سید محمد جامه باف

کردیم به بزم دیده چون شمع مقام　　بردیم بسر عمر در اندیشه خام
چون شمع تمام گشت می میرد و ما　　افسوس که مردیم و نگشتیم تمام

طالب آملی

از میکده ساختم جهان دگرے　　در طارم تاک آسمان دگرے
گر عمر امان دهد چو مستان سازم　　از رشته آن کاهکشان دگرے

طالب آملی

آسوده لبے که ساغر خم نکشید　　خوشدل زخمی که نازِ مرہم نکشید
بن بلبل آں گلم که در گلشن دہر　　پژمردہ شد و منت شبنم نکشید

مومن یزدی

دل چیست؟ دروں سینہ سوزے وقفے　　تن چیست؟ غم و رنج و بلا را ہدفے
القصہ به قصدِ جانِ ما بستہ صفے　　مرگ از طرفے و زندگی از طرفے

مومن یزدی

با آنکه یکے گام به منزل دارم　　صد تخم ہوس ہنوز در گل دارم
در خاک ندانم بچه سان میگنجم　　با ایں ہمه آرزو که در دل دارم

نواب

گر پیر شدم جوش شبابم دادند　　از خمکدهٔ حدیث آبم دادند
گر روز سیه شد ز خرد باکی نیست　　در روز سیاه آفتابم دادند

حکیم خاقانی

بے آنکه بهیچ عذر رای آوردم　　صد ره بتو عذر جانفزای آوردم
گر عذر مرا نمی پذیری مپذیر　　من بندگی خویش بجای آوردم

شاه طهماسپ

یک چند پئے زمرد سوده شدیم　　یک چند به یاقوت تر آلوده شدیم
آلوده گئے بود بهر رنگ که بود　　شستیم بآب توبه آسوده شدیم

شاہ نعمت اللہ ولی

ما عادت خود بہانہ جوئی نکنیم　　جز راست روی و نیک خوئی نکنیم
آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند　　گر دست دہد بجز نکوئی نکنیم

شیخ سعدی

در خاک بیلقان برسیدم بعابدے　　گفتم مرا تربیت از جہل پاک کن
گفتا برو چو خاک تحمل کن ای فقیہ　　یا ہر چہ خواندۂ ہمہ را زیر خاک کن

شیخ سعدی

سودی نکند فراخنائے برودوش　　گر آدمیٔ عقل و ہنر باید و ہوش
گاؤ از من و تو فراخ تر دارد پوست　　پیل از من و تو بزرگتر دارد گوش

محمد جان قدسی

در پرده ز محتسب شراب اولی تر　　پوشیدن کار ناصواب اولی تر
فعل بد خویش را نهان می دارم　　باشد رخ زشت ز انقاب اولی تر

رستم مرزا فدائی

پا آبله از کفش لمنت بهتر　　گر نیست وفا ترک محبت بهتر
در مذهب من ز ود بد وزخ رفتن　　بسیار ز انتظار جنت بهتر

متین

گر بهر رفاه خلق کوشی مردی　　در جوش غضب گر نخروشی مردی
مردی بنود پوشش خصمان در جنگ　　عیب دگران اگر بپوشی مردی

ظهیر فاریابی

با خار قناعت ار بسازی یکبار — در هر قدمی بروید صد گلزار
با خار کشان نشین که در یک هفته — صد برگ بساخت گل ز یک دسته خار

نساخ

در زیر سپهر کهنه دیوار مخسپ — غافل ز فریب چرخ خونخوار مخسپ
در خواب سفر ضرر نهان می باشد — نساخ نگاهدار هشیار مخسپ

نساخ

سرما بگذشت و ما بما نیم همان — گر ما بگذشت و ما بما نیم همان
این روز و شب و سال و مه و شام و پگاه — بر ما بگذشت و ما بما نیم همان

قلندر

هیچ دانی که شیر مردی چیست　　شیر مرد زمانه دانی کیست
آنکه با دشمنان تواند ساخت　　آنکه با دوستان تواند زیست

قلندر

ای خورده شراب غفلت از جام هوس　　مشغول مشو بحرص چون بانگ جرس
ترسم که ازان خواب چو بیدار شوی　　مستی رود و درد سرت ماند و بس

قلندر

امروز که ذکر رازق و وهاب است　　الله پرست در جهان کمیاب است
تا چند چو مزدور در رزق زنی　　بر زن در دل که نقد فتح الباب است

یوسف قلی بیگ انیسی نظیری

بت می شکنی که سنگ راه دین ست　　می میگفنی که آب فسق و کین ست
خود را بشکن که بت شکستن سهل ست　　دنیا بفگن که می فگندن این ست

رکن صائن

فانوس خیال هر دو عالم مائیم　　جوش دریا سکون شبنم مائیم
آئنهٔ صورتیم بی صورت خویش　　چیزیکه ندیدنیست آن هم مائیم

میر رفیع دستور

قومی گوید که با خدا پیوستیم　　قومی گوید که از خود بهار ستیم
هر کس خبری دهد ز خود بینی خویش　　اعنی غرض انیست که با هم ستیم

بخشی

بخشی خیز باز مانه بساز ورنه خود را نشانه ساختن ست

عاقلانِ زمانه می گویند عاقلی باز مانه ساختن ست

میرزا جلال امیر

دادیم بیک نشه شراب همه را یکدل کردیم شیخ و شاب همه را

خواندیم ز یک نقطه کتاب همه را دادیم ز یک حرف جواب همه را

انسان

گه با صنم شفیق می باید زیست گه تنها بے رفیق می باید زیست

انسان این بزم جای شکر و گله نیست یک چند بهر طریق می باید زیست

انسان

گہ قصۂ شیخ و شاب باید گفتن　　گہ شکوۂ نان و آب باید گفتن
انسان تا مرگ گفتگو لابد ہست　　افسانہ برائے خواب باید گفتن

غالب

ہر چند زمانہ مجمع جہالست　　در جہل نہ حال شاں یکے منوالست
کو دن ہمہ لیک از یکے تا دگرے　　فرقِ خر عیسیٰ و خرِ دجال ست

غالب

اے دوست بسوی ایں فرومایہ بیا　　از کوچہ غیر راہ گرداندہ بیا
گفتی کہ مرا مخواں کہ من مرگ توام　　برگشتہ خویش باش و ناخواندہ بیا

غنی

بی فہم اگر چشم بدوزد بکتاب　　نتواند دید روی معنی در خواب
کی غور کنند در سخن بے مغزاں　　غواصی بحر نیست مقدور حباب

غنی

ہر کس کہ بخویشتن گمانے دارد　　چوں در نگری عیب نہانے دارد
عمریست کہ در باغ جہاں گردیدم　　ہر میوہ کہ دیدم استخوانے دارد

غنی

اے در طلب کمال سرگرم شتاب　　در صورت کس مبیں و معنی دریاب
ہر چند عقیق ست با تش ہم رنگ　　دارد بدہان تشنہ خاصیت آب

غنی

هر کس که هنرمند زید در عالم — هست از هنر خویش دلش را صد غم
دیدی که بوقت رشته تابی خیاط — می باید دست از تاسف بر هم

واقف دهلوی

ای عشق گران قدر سبک سیر بیا — تا چند نزاع حرم و دیر بیا
کفر و اسلام جنگ با هم دارند — ای صلح دهِ ثالث بالخیر بیا

واقف دهلوی

از اهل جهان وضع جدائی دارم — عیش دگر از فیض خدائی دارم
شرمندهٔ یک قطره نیم زین دریا — مانند صدف رزق هوائی دارم

حالی پانی پتی

سر بر مفراز و خاکپائے ہمہ باش — دلہا مخراش و در رضای ہمہ باش
با خلق نیامیختن از خامی تست — ترک ہمہ گیر و آشنائی ہمہ باش

ورد

ایں گورپرستاں پے باطل باشند — از لجۂ علم سوئے ساحل باشند
خود زندہ و با مردہ نیاز آوردہ — از زندۂ لایزال غافل باشند

ورد

ہر چند کہ ایں جماعۂ گورپرست — فرداست جزائے ما یہ دست بدست
ایں فرق نہ کم تواں تصور کردن — ما زندہ پرستیم و شما مردہ پرست

درد

ادراک مرا دعوت بیدائی کرد　　فریاد که رسوائی شناسائی کرد
زین پیش نداشتم دماغ صحبت　　علم ست که این انجمن آرائی کرد

درد

گاهی سحرست وگاه شام ست اینجا　　از کون وفساد انتظام ست اینجا
مانند شرر ز شور هستی غافل　　در چشم زدن کار تمام ست اینجا

درد

مطرب فانی و بزم و ساقی فانی　　با هر که شدی درد ملاقی فانی
بردار دل از کثرت بی بود جهان　　هستی بود باقی و باقی فانی

درد

شخصِ انسان که شان اعظم دارد　　دارد بخود انچه هر دو عالم دارد
لیکن نتوان یافت به بحر کونین　　آن گوهر نایاب که آدم دارد

درد

در عجز بساز کبریائیم همه　　در کسوتِ فقر با غنائیم همه
ما درویشان بسان اکسیر ایدرد　　خاکیم اگرچه کیمیائیم همه

درد

انسان که جناب او جناب عالی است　　ای درد عجب درگه فارغبالی است
در بزم خیال او که رشک خلد است　　چون آئینه جای هر که آید خالی است

درد

گه در طلب کمال علم و هنریم گاهی ز ره بیهدگی ما در بدریم
داریم هجوم بر لب بحر خیال هستی پل بسته ست و ما می گذریم

درد

ما بنده آن حسن و جمالیم همه وارسته ز هر فکر و خیالیم همه
مستقبل و ماضی علما می دانند ما در رویشیم مست حالیم همه

درد

آن نور کز و ارض و سما روشن شد از حضرت انسان همه جا روشن شد
پوشیده نماند هیچ از جلوهٔ او چون آئینه تا دیدهٔ ما روشن شد

ورد

ای کرده خراب فکر چون و چندت آورده هوا و حرص اندر بندت
همواره به هموار خود کوشش کن غیر از تو کسی نیست که گوید پندت

ورد

گاهی سخنی از دهنش می گفتم گه از دهن خود سخنش می گفتم
افسوس ز علم ناشناسا یک عمر او بود که در دهن من منش می گفتم

ورد

هر چند بعلم و فضل ممتاز شوی مشکل که بفقر نکته پرداز شوی
بوی نشنیدهٔ ز عرفان تا حال مدت باید که واقف راز شوی

درد

گر دعوی هستی است بهتان ست این ور شکوه نیستی ست کفران ست این
ای حضرتِ انسانِ تحیر انجام خود را نشناختی چه عرفان ست این

درد

هر دل که چو گل شگفت آخر پژمرد طبعی که چو شعله گرم گردید فسرد
اینجا هر کس بطرزِ خاص ای درد پیدا شد و شاد گشت و غم خورد و بمرد

درد

کردیم تماشا چو جهان من و ما گشتیم دریں بادیه مانند صبا
بر هر که نهاد دل بعرفان گوشے پُر بود چو نقاره ز شورِ دعوی

ورد

ای اهل زمانه دردناکم کردند　　بی هیچ عبث عبث هلاکم کردند
از چار طرف غبار دلها چندان　　برخاست که زنده زیر خاکم کردند

ورد

در دل باید همیشه داری اخلاص　　پیوسته میان سینه کاری اخلاص
از شرک و نفاق سخت پرهیز نما　　مخلص نشوی تا که نیاری اخلاص

ورد

کردی شب و روز کامرانی بالفرض　　دیدی همه خیر این جهانی بالفرض
مرگ و پیری دو چار گردد آخر　　صد سال اگر زنده بمانی بالفرض

درد

اِنسان آگاہ تا بعرفاں نبود　　از تعلقۂ لسانی انساں نبود
ہر چند برائے خود زبانے دارد　　ای دردِ دلی شمعِ زباں داں نبود

درد

دوں ہمت اگر مال و زرے پیدا کرد　　چوں مور برائے خود پری پیدا کرد
کی مرتبۂ سفلہ فزاید اسباب　　عیسیٰ نشود ہر کہ خرے پیدا کرد

درد

شہ نیست کسے کہ تخت عاجے دارد　　تا انکہ نہ شاہانہ مزاجے دارد
یعنے کہ خروس پیشِ ارباب شعور　　سلطاں نشود اگرچہ تاجے دارد

درد

گر حشمت و دولت ست و هم ست و هوس — در فضل و هنر شعبدهٔ باشد و بس
ای درد اگر همت عالی داری — آن باید شد که آن نمیگردد کس

درد

گو خلق پر از شور و شر و غوغا باش — تو از همه کس یکطرف و تنها باش
بر صورت بی معنی عالم مگرو — بر معنی بی صورت حق شیدا باش

درد

این تیره دلان که تیر بارند چو میغ — در جور و ستم نمی نمایند دریغ
بر اهل گداز دست ظالم نرسد — سیماب نگشت کشته از خنجر و تیغ

درد

آنکس که خمیر کرد آب و گلِ من آراسته در صدق و صفا منزلِ من
در خدمتِ خویش اعتقادت مرا از من پوشیده نیست رازِ دلِ من

درد

ای با همه آشنا و بیگانهٔ من داری خبرے از دلِ دیوانهٔ من
گفتی منم افسانه ات مرا خواب آمد در خواب شنیده باشی افسانهٔ من

درد

ای درد کجا ساقی و صهبا و سبو در گوش صدائے قلقلِ مینا کو
چون شیشهٔ ساختند این همنفسان ریزند بجائے آب خاکے به گلو

درد

از فکرِ معاشیکہ پریشاں شدۂ گاہے زغم معاد حیراں شدۂ
ایں ہر دو باختیار تو نیست ولے مشکل ہمہ اینست کہ انسان شدۂ

درد

پیغام کرم بہ تند خویاں نبری وز صلح سخن بجنگ جویاں نبری
اظہارِ صفا بغیر جنساں بیجاست آئینہ بہ پیش زشت رویاں نبری

درد

ہر دم روم از خویش وندانم راہی کوہے ہستم سبک ز وزن کاہے
عمرم ہمہ در سیر گذشت ولیکن چوں سایہ بپائے خود نرفتم گاہے

درد

در میکده از بسکه فراغ ست بسی آزاد شود هر که نشیند نفسے
ای درد نہ بست ہیچ کس دست بسے زنجیر بپائے خم نکرد ست کسے

بوعلی سینا

کفرے چو منی گزاف و آسان نبود محکم تر از ایمانِ من ایماں نبود
در دہر چو من یکے و آں ہم کافر پس در ہمہ دہر ہر یک مسلمان نبود

علم جہل خودشناسی

بابا افضل کوہی

در جستنِ جامِ جم زکوتہ نظری — ہر لحظہ گمانے نہ بہ تحقیق بری
رو، دیدہ بدست آر کہ ہر ذرۂ خاک — جامیست جہاں نمائے چوں در نگری

بابا افضل کوہی

تا چند روی از پئے تقلید و قیاس — بگذر ز چہار عنصر و از پنج حواس
گر معرفتِ خدائے خود می طلبی — در خود نگر و خدائے خود را بشناس

بابا افضل کوهی

گفتم همه ملکِ حسن سرمایه تست　　خورشیدِ فلک چو ذرّه در سایه تست

گفتا غلطی ز ما نتوان یافت　　از ما تو هر آنچه دیدهٔ مایه تست

بابا افضل کوهی

دنیا مطلب تا همه دینت باشد　　دنیا طلبی نه آن نه اینت باشد

بر روی زمین زیر زمین دار سرے　　تا زیر زمین روی زمینت باشد

بابا افضل کوهی

در ملکِ خدا تصرف آغاز مکن　　چشم سر خود بعیب کس باز مکن

سرِ دل هر بنده خدا می داند　　در خود نگر و فضولی آغاز مکن

مولانا جلال الدین رومی

یک لحظه اگر نفس تو محکوم شود — علم همه انبیات معلوم شود
آن صورت غیبی که جهان طالب اوست — در آئینه فهم تو مفهوم شود

نصیر الدین طوسی

آن قوم که راه بین فتادند شدند — کس را به یقین خبر ندادند و شدند
آن عقده که هیچکس ندانست کشاد — هر یک بندی بر آن نهادند و شدند

ابو سعید مهنه

بر چهره ندارم از مسلمانی رنگ — بر من دارد شرف سگ اهل فرنگ
آن روسیه ام که باشد از بودن من — دوزخ را ننگ اهل دوزخ را ننگ

ابوسعید مهنه

گر فضل کنی ندارم از عالم باک ور عدل کنی شوم بیکباره هلاک
روزی صد بار گویم ای صانع پاک مشتی خاکم چه آید از مشتی خاک

عطار

مائیم بعقل ناصواب افتاده دل از شر و شور در شراب افتاده
آزاده ز نام و ننگ سر بر خشتی در کنج خرابات خراب افتاده

ابن یمین

بگفتار اگر دُر فشاند کسی خموشی به بسیار ازین خوشتر است
خردمند خامش بود چون صدف اگرچه درونش پُر از گوهر است

علی حزین

ای مطرب عاشقان نوای تو کجاست　　ای ساقی جان آب بقای تو کجاست
گیرم دل ما از نظرت افتاد دست　　گیرائی مژگان بہ سائی تو کجاست

علی حزین

ہر چند کہ حسن و عشق مستوریہ ایست　　آیاتِ نیاز و ناز مشہوریہ ایست
ہر سینہ کہ داغ نیست خشتِ لحدست　　زاں لب کہ نمالید لبِ گوریہ ایست

علی حزین

از رہ گذر دوست صبائے نرسید　　چشم بوصال خاکپائے نرسید
دردا کہ ز درد ما کس آگاہ نشد　　فریاد کہ فریاد بجائے نرسید

علی حزیں

حسنش بمن از حجاب بیروں آمد عریاں آتش ز آب بیروں آمد
آمد سحری بر سر بالینم و گفت برخیز کہ آفتاب بیروں آمد

علی حزیں

دنیا طلبِ دنی بہ دنیا ارزد مفتون تمنا بہ تمنا ارزد
در عالم ایجاد ندیدیم حزیں چیزیکہ بدل بستگی ما ارزد

سحابی استرآبادی

باکس نہ سوال و نہ جوابت باید با مردم چشم خود خطابت باید
چشمے داری و عالمے جلوہ گر است دیگر چہ معلم چہ کتابت باید

سحابی استرآبادی

گر جرعه ز جامِ معرفت نوش شود دین کشمکشِ هوا فراموش شود
قلبِ عارف زیر فلک گے گنجد کے در یارا حباب سرپوش شود

سحابی استرآبادی

دل مسکن عشق است نه ماوای عقول چون خانه عقل ساختی گشت ملول
تحقیق بدان که زود ویران گردد هر خانه که غیر صاحبش کرد نزول

سحابی استرآبادی

در دیدهٔ معرفت اگر کوری نیست بر وجه خدا حجاب مستوری نیست
دوری تو از مطالبِ مختلف است مطلوب اگر خدا بود دوری نیست

سحابی استرآبادی

عارف سخن ارچه مختصر سازکند　　چشمت بنیائے عالمِ رازکند

هش دارکه هرچند که خرد است کلید　　هرخانهٔ بس بزرگ دربازکند

سحابی استرآبادی

من ربطِ کتابِ عقل بگسیخته ام　　اوراقِ فسانه راز هم ریخته ام

هرچند که وصف خود کنم می شاید　　من میدانم که باکه آمیخته ام

سحابی استرآبادی

آدم چو بزاد بهر جان پاکش　　برداشت بصد مهر زخاک افلاکش

بیچاره دمی که زو از کار افتاد　　در بر نگرفت هیچ کس خبر خاکش

سحابی استرآبادی

نی شادنشین باش و نه غمناک نشین　　گر تو انی زغل و غش پاک نشین
من میدانم ترا و مقدار ترا　　تو خواه بتخت و خواه بر خاک نشین

سحابی استرآبادی

کامل گوید جهان تمام و اهل است　　ناقص گوید که کوته است و سهل است
شطرنج همان - عرصه همان - رخت همان　　این بردن و باختن ز علم و جهل است

سحابی استرآبادی

موجود یگانه ایست پاک از همه رنگ　　چه کفر و چه ایمان چه فخر و چه ننگ
خورشید همان یکی و بی تغیر است　　خواهی در روم بین و خواهی در زنگ

جامی

دوش آئینهٔ خویش به صیقل دادم روشن کردم پیش خود بنهادم
در آئینهٔ عیب خویش چندان دیدم کز عیب کسان هیچ نیاید یادم

جامی

عمرے بهوس باد هوا پیمودم در هر کارے خون جگر پالودم
در هر چه زدم دست ز غم فرسودم دست از همه بازداشتم آسودم

عماد کرمانی

هر دم بر دیگرے نمی باید رفت جز پیش هنرورے نمی باید رفت
چون آب بهر زمین نمی باید شد چون باد به هر درے نمی باید رفت

غیاثائی حلوائی

اے یافتہ ہمچو خط وصالِ کاغذ　　با بہرہ ولے زخط و خال کاغذ

از علم کتاب کس ترقی نکند　　آرے نپرد کسی بہ بالِ کاغذ

ظہیرا

از دانشِ مبدا و معادِ اشیا　　بشنو سخنے کہ نشنوی جز ازما

عالم ز ازل تا بہ ابد یک سخن است　　گوینده آں خدا نیوشنده خدا

علی رضا تجلی

آنرا کہ منزہ نبود ذات و صفات　　در درس و کلام حکمتش نیست ثبات

در طبع بداں بہ جہل برگردد علم　　در طینتِ مار سم شود آبِ حیات

میر علی جرباقانی

علمے کہ دراو عمل نباشد عار است ہر سبحہ کہ بے ذکر بود زنار است

ہر کس کہ بہ علم بے عمل می نازد عالم نبود اعمی مشعل دار است

بوعلی سینا

دل گرچہ دراین بادیہ بسیار شتافت یک موئے نہ دانست و لے موئے شگافت

اندر دل من ہزار خورشید بتافت وآخر بکمال ذرّۂ راہ نیافت

بوعلی سینا

اے کاش! بدانمے کہ من کیستمے سرگشتہ بہ عالم زپئے چیستمے

گر مقبل و آسودہ و خوش زیستمے ورنہ بہ ہزار دیدہ بگریستمے

کیخسروخان

در عشق غم اندوخته می باید وز غیر نظر دوخته می باید
تا دل نشود داغ نگیرد آرام این سوخته را سوخته می باید

نورالدین محمد فراری گیلانی

کو همنفسی که این قدر کار کند از من سخنی به مجلس یار کند
گر باعث آشنائی من نشود از درد دلِ منش خبردار کند

محمد صالح شیرازی

دریا طلب آمدم سرابم کردند تعمیر طلب شدم خرابم کردند
گفتم بنمایند بمن خصم مرا هم صحبت آئینه و آبم کردند

ذکی شیرازی

در عالم بے وفا دویدیم بسے بیچارہ تر از خویش ندیدیم کسے
تا زانۂ روزگار خوردیم بدہر از دستِ دلِ خویش نہ از دستِ خسے

ابوالفتح مرزا جاہی

گیرم کہ فلک ہمدم و ہمساز آید ایام نشاط و طرب و ناز آید
یارانِ موافق از کجا جمع شوند دیں عمر گذشتہ از کجا باز آید

بیخبر

سودا زدۂ حب وطن میگردی گہ مومن و گاہ برہمن میگردی
ای بر تو ہزار بار باشم قرباں تو خود چہ کمی کہ ہمچو من میگردی

بیاض

صبح ست جہان شگفتہ از باد شمال آفاق ز فیض سحری مالا مال
زاں پیش کہ دست خود بمالی ہمہ روز برخیز ز خواب و دیدۂ خوش را مال

فانی

دادی دادم تو عشوہ و من تو دل ہستی ہستم تو شاد و من خوار و خجل
بردی بردم تو دل ز من من ز تو غم کردی کردم تو جور و من جملہ بجل

شیخ روزبہان صوفی رح

ای تازہ جواں بشنو ازیں پیر کہن یک نکتہ کہ ہست مایۂ مغز سخن
یارے کہ در و معرفتے نیست مگیر کاریکہ در و منفعتے نیست مکن

میر معصوم کاشی

ایخواجه که از عقل به مجنوں نرسی نمرود اگر شوی بگردوں نرسی
زنہار فرومرو به دنیا که اگر صد سال فرو روی بقارون نرسی

مظفر حسین کاشی

ای دل که به آزادی خود در بندی غافل که اسیر خود بصد پیوندی
چوں مرغ قفس که با قفس گردانند عالم گشتے و ہمچناں در بندی

مرزا بیدل

بر زور نسازی که زبوں سازندت گردن نفرازی که بنیدازندت
ای قلب بلای امتحاں در پیش است بگذار ازاں پیش که بگذازندت

صدرالدین نیشاپوری

گر دہدت روزگار دست و زبان زینہار — دست درازی مجوی چیرہ زبانی مکن

با ہمہ عالم بلاف با ہمہ کس از گزاف — ہر چہ ندانی مگوی ہر چہ توانی مکن

غنی کشمیری

بے فہم اگر چشم بدوزد بہ کتاب — نتواند دید روئے معنی در خواب

کے غور کنند در سخنِ بے مغزاں — غوّاصی بحر نیست مقدورِ حباب

غنی کشمیری

ہوش است کہ سرمایۂ صد دردسر است — فارغ بال آنکہ از جہاں بیخبر است

در بیضہ نمی کنند مرغاں فریاد — ہر چند کہ بیضہ از قفس تنگ تر است

حکیم میرزا محمد

عارف سخن از سرّ نهان تواند واصل صفتِ وصل بیان نتواند
چون قطرهٔ پیوسته بدریا گم شد گم گشته زگم کرده نشان نتواند

فیضی هندوستانی

چندانکه به حکمت گردی دوری تا می شمری نجوم بی نوری
آن کور که تو راه از و می پرسی او میداند که تو از و کوری

فیضی هندوستانی

عاشق که غم از جان خرابش نزدود تا جان نرود از تن تب تابش نرود
خاصیت سیماب بود عاشق را تا کشته نگردد اضطرابش نرود

قادری ہندوستانی

عارف دل و جانِ تو معین سازد خارے کہ کند بجاش گلشن سازد
کامل ہمہ راز نقص بیروں آرد یک شمع ہزار شمع روشن سازد

آزاد بلگرامی

شپرہ با حضرت خورشید گفت چشم مرا کور چرا می کنی
گفت ترا طاقت دیدار نیست کور خودی شکوہ زما می کنی

درد

مہمانی رنج و الم باید کرد دل را آباد از غمے باید کرد
فرصت مفت ست اے ہمہ بے غافل شادی گر نیست ماتمی باید کرد

درد

موجود چو در عالم اظہار شدیم — آگہ ز ہمہ نہفتہ اسرار شدیم
اے درد ز بیزگی خود فہمیدیم — وقتی کہ بصد رنگ نمودار شدیم

شیخ نظام الدین احمد بلگرامی

تا چند پئے خیال بیہودہ شوم — وز دست ہوای حرص فرسودہ شوم
از زندگئے چنیں طولم بسیار — کو مرگ کہ تا بجشم آسودہ شوم

رضی آرتیمانی

صد شکر کہ نیستم من از بے خبراں — گہ مست مئے وصلم و گہ از ہجراں
دانشمندان تمام گریاں بر من — خنداں من دیوانہ بہ دانشمنداں

ڈاکٹر سر محمد اقبال

جہاں مشتِ گل و دل حاصلِ اوست ہمیں یک قطرۂ خوں مشکلِ اوست

نگاہِ ما دو بیں افتاد ورنہ جہانِ ہر کسے اندر دلِ اوست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سحر می گفت بلبل باغباں را دریں گل جز نہالِ غم نہ گیرد

بہ پیری می رسد خار بیاباں ولے چوں گل جواں گردد بمیرد

بابا افضل کوہی

مردان رہ ست کہ سر معنی دانند از دیدۂ کوتہ نظراں پنہانند

ایں طرفہ تر است ہر کہ حق را بشناخت مومن شد و خلق کافرش میخوانند

کبر و پستی و ریا و وسالوس

باعث همدانی

زاهد نفسی به دوست همدم نشدی در خلوت وصل یار محرم نشدی
ملا و حکیم و صوفی و شیخ شدی این جمله شدی هنوز آدم نشدی

خواجه علی نعیم

گیرم که هزار مصحف از بر داری آنرا چه کنی که نفس کافر داری
سر را بزمین چه می نهی بهر نماز آنرا بزمین بنه که در سر داری

خواجه علی نعیم

چندانکه با اهل کبر محشور شوی　　از رحمتِ کردگار خود دور شوی
گر باده خوری و بعد ازان توبه کنی　　بهتر که کنی نماز و مخمور شوی

خواجه علی نعیم

این پیش نمازیم نه از روی ریاست　　حق میداند که از ریا مستثناست
اینک خوشم افتاد که هنگام نماز　　پشتم بخلایق است و رویم بخداست

فیضی تربتی

زاهد تو ز مستی منگر پستیٔ ما　　صرفِ ره نیستی شده هستی ما
ما مست محبتیم و تو مستِ غرور　　فرق است ز مستی تو با مستیٔ ما

حکیم سنائی

اے گل! نه بسیم اگر بجانت نخرند　　چوں بر تو شبے گذشت نامت نبرند
گه نیز عزیز و گاه خوارت شمرند　　بر سر ریزند و زیر پایت سپرند

آقا حسین خوانساری

مسواک چه سود زاهد پاک دهان　　صد ریشه فرو برده طمع در دل و جان
از ذکر ریائے تو هر دم تسبیح　　دندان ز غصه میزند بر دندان

رفیع واعظ

ایں مدعیان که راه نشناخته اند　　بر دعوے فقر گردن افراخته اند
در بر نه مرقع است ایں طائفه را　　بر دعوے خویش محضرے ساخته اند

قدسی

خواری شرفِ مردمِ دانا باشد　　غرت مطلب فروتنی تا باشد
با صدر نشینان منشیں کز میزان　　هر سر که سبک تر است بالا باشد

ابو سعید مهنه

در دل همه شرک روئے بر خاک چه سود　　با نفس پلید جامهٔ پاک چه سود
زهر است گناه توبه تریاک وے است　　چون زهر بجان رسید تریاک چه سود

خلیفهٔ سلطان

بگذر ز ریا که طور ایمان نبود　　تخم عمل آن به که نمایان نبود
دانی که نروید و نه بخشد ثمرے　　تا دانه بزیر خاک پنهان نبود

رفیقائی یزدی

این قوم که در پناهِ ریش آمده اند گرگ اند که در لباسِ میش آمده اند
برگشته ز اسلام به خویش آمده اند پس رفته و در گمان که پیش آمده اند

عمر خیام

شیخی به زنی فاحشه گفتا مستی هر لحظه به دامِ دگرے پابستی
گفتا، شیخا! هر آنچه گوئی هستم اما تو چنانکه می نمائی مستی

عمر خیام

آن قوم که سجاده پرستند خرند زیرا که بزیر بار سالوس دراند
دین از همه طرفه ترکه در دیده زهد اسلام فروشند و ز کافر تبرانند

عمر خیام

پندے دہم ات اگر بمن داری گوش　　از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش
عقبیٰ ہمہ نیست و دنیا یکدم　　از بہر دمی ملک ابد را مفروش

عمر خیام

برگیر ز خود حساب اگر با خبری　　کا دل تو چہ آوری و آخر چہ بری
گوئی نخورم باده که می باید مرد　　می باید مرد گر خوری ور نہ خوری

عمر خیام

با من تو ہر آنچہ گوی از کیں گوئی　　پیوستہ مرا ملحد و بیدیں گوئی
من خود مقرم ہر آنچہ ہستم لیکن　　انصاف بدہ ترا رسد کیں گوئی

رافعی نیشاپوری

در جامۂ صوف بستہ زنار چہ سود　　در صومعہ رفتہ دل بہ بازار چہ سود
ز آزار کساں راحت خود می طلبی　　یک راحت و صد ہزار آزار چہ سود

شیخ سعدی

اے طبلِ بلند بانگ در باطنِ ہیچ　　بے توشہ چہ تدبیر کنی وقت پسیچ
روے طمع از خلق بہ پیچ ار مردی　　تسبیح ہزار دانہ بر دست مپیچ

مومن یزدی

مومن بہ بدی نیست کسی مانندت　　ویں طرفہ کہ خلق نیک میخوانندت
عمرے بودی چنانکہ خود میدانی　　یک چند چناں باش کہ میدانندت

مومن یزدی

از کینه دمی بسوی ایمان نشدی وز کردهٔ خویشتن پشیمان نشدی
از طعنهٔ مردمان شدی سوی حرم حاجی گشتی ولی مسلمان نشدی

مرزا مقیم همت

آن قطره که از موج سبک تر گردید بر اوج شد و فتاد و گوهر گردید
شد از سبکی بلند و از افتادن گوهر گردید و زیب افسر گردید

بهائی آملی

گفتیم مگر که اولیائیم نه ایم یا صوفی صُفّه صفائیم نه ایم
آراسته ظاهریم و باطن نه چنان القصه چنان که می نمائیم نه ایم

بہائی آملی

اے زاہد خام از خدا دوری تو　　با با تو چہ گوئیم کہ معذوری تو
تو طاعت حق کنی بامید بہشت　　رو رو تو نہ عاشقی کہ مزدوری تو

میرزا شریف تجرید

اے زاہد خود پرست احوالت چیست　　حاصل ز خداوندی امثالت چیست
من در طلب رضای یک کس مردم　　اے بندۂ صد ہزار کس حالت چیست

غزالی مشہدی

در کعبہ اگر دل سوے غیر است ترا　　طاعت ہمہ فسق و کعبہ دیر است ترا
گر دل بخدا و ساکن بت کدۂ　　خوش باش کہ عاقبت بخیر است ترا

بابا افضل کوہی

بگذر ز ولایتی کہ آن زان تو نیست — زان درد نشان مدہ کہ در جانِ تو نیست

از بے خردی بود کہ با جوہریاں — لاف از گہرے زنی کہ در کانِ تو نیست

بابا افضل کوہی

گر مست نۂ مست نمائی میکن — در دزد نۂ نہاں ربائی میکن

تا خلق ز اسرار تو واقف نشوند — رندی بنمائے و پارسائی میکن

شرف یزدی

در چشمہ شرع کجروم چوں خرچنگ — در بیشہ دیں چو روبہم پر نیرنگ

بر منبرِ علم ہمچو در کوہ پلنگ — در دلق کبود ہمچو در نیل نہنگ

نجم الدین خوارزمی

گر طاعتِ خود نقش کنم بر نانے وآں نان بنہم پیش سگی بر خوانے
واں سگ سالے گر نہ در زندانے از ننگ بران نان نہد دندانے

شاہ سنجان خافی

در راہ چناں رو کہ سلامت نکنند با خلق چناں زی کہ قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چناں رو کہ ترا در پیش نخوانند و امامت نکنند

سحابی استرآبادی

ہر کس کہ نہ ترک اعتبار خود کرد او کار خدا نہ کرد کار خود کرد
زاری و نیاز و عجز میخواہد عشق کس را نتواں بہ زور یار خود کرد

سجابی استرآبادی

دانی چه بود سوئے خداوند شدن　　بیرون ز جهان بودن و پیوند شدن

از کعبه روی چه بود سود خواجه　　مشتاق زن و خانه و فرزند شدن

سجابی استرآبادی

ای دل بخیال هرزه تازی تا کے　　رو نه بحقیقتے مجازی تا کے

زیر فلک اختراں شمردن تا چند　　چوں طفل بمهد مهره بازی تا کے

شیخ عطار

تا بتوانی خسته مگرداں کس را　　بر آتش خشم خویش مستاں کس را

گر راحت جاوداں طمع میداری　　می رنج همیشه و مرنجاں کس را

سرمد

گر مقیم کار بیارست مرا　　با سبحه و زنار چه کارست مرا
این خرقهٔ پشمینه که صد فتنه در و بست　　بارش نه کنم بدوش عارست مرا

سرمد

آن کیست که او زهد و ریا نشناسد　　در مکر و دغا خدا چو ما نشناسد
گفتی که مخور باده چو من زاهد شو　　این را به کسے گو که ترا نشناسد

سرمد

شد حشر کنون صور و سیرافیل کجاست　　طوق ادب از بهر عزازیل کجاست
از بهر خراب کردن بیت الله　　شد فیل نمودار ابابیل کجاست

حکیم قاآنی

گاهی هوس باده رنگین دارم گاه آرزوی وصل نگارین دارم
گه سبحه بدست و گاه زنار بدوش یارب چه کسم کیم چه آئین دارم

سلمان ساوجی

از بسکه شکست و باز بستم توبه فریاد همی کند ز دستم توبه
دیروز به توبه شکستم ساغر وامروز به ساغری شکستم توبه

سیف الدین باخرزی

کردم بطواف خانه یار آهنگ سنگی دیدم نهاده انجا بر سنگ
چون بود تهی زیار نا کرده درنگ واگر دیدم سنگ نهان بر دل سنگ

شفیق بلخی

صوفی که بخرقه دوزیش بازار است — گر بخیه به فقر خود می زند خوش کار است
در خواهش طبع دست او جنباند — هر بخیه ورشته اش بت و زنار است

شحنه مازندرانی

شیخی که شکست او ز خامی خُمِ من — زو عیش و نشاطِ باده خواران شد طی
گر بهر خدا شکست ای وای بمن — ور بهر ریا شکست پس وای بوی

القاص مرزا صفوی

چون شیر درنده در شکاریم همه — دایم بهوای نفس یاریم همه
گر پرده زروی کارها بردارند — معلوم شود که در چه کاریم همه

سلطان قاجار

قومے کہ بزغمِ مردماں متقیند من ہیچ نگویمت تقی یا نقیند
چون نیک بہ فعلِ جملہ اندر نگریم دزد و دغلند۔ ملحدند و شقیند

الفت کردستانی

باز آ کہ ز عشق سرفرازی بکنیم با گردش چرخ سفلہ بازی بکنیم
سازیم زمانہ بکامِ دلِ خویش یکچند بیا زمانہ سازی بکنیم

مرزا ابوالقاسم شیرازی

با فلاں گفتم اے پسر پدرت جز بہ تاریکی ار چہ ناں نخورد
گفت ترسد ز روشنی کہ مباد سایہ اش دست سوی کاسہ برد

تاراج اصفهانی

در صومعه شبح قصهٔ تازه کند در دیر کشیش ذکر آوازه کند
آسوده کسیکه بر حدیث هر دو یک گوش چو در یکی چو دروازه کند

هادی ابرقوهی

دنیا داران صلای احسان ندهند جز حالت تپناک بفقیران ندهند
این طائفهٔ سوختنی همچو تنور تا گرم نگردند بکس نان ندهند

منصور امغانی

در بستر آرزو غنودن تا کے تا کے مرهون نفس بودن تا کے
یکبار بسهو هم سری بالا کن بر درگه خلق جبهه سودن تا کے

جامی

جامی تن زن سخن طرازی تا چند　　افسون گری و فسانه سازی تا چند
اظهار حقایق به سخن همه حیف　　ای ساده دل این خیال بازی تا چند

جامی

آلوده دلی که از هوس پاک نشد　　آسوده نشد سری که بیباک نشد
جز آب و علف نکرد ضایع صیدی　　کاو نخجیر حلقهٔ فتراک نشد

جامی

از شرب مدام دلاف مشرب توبه　　وز عشق بتانِ سیم غبغب توبه
در دل هوسِ گناه و بر لب توبه　　زین توبهٔ نادرست یارب توبه

خسرو

دایم دل خود به معصیت شاد کنی چون غم رسدت خدای را یاد کنی
دنیا ز تو رفته و ترا دعوی ترک کنجشک پریده را چه آزاد کنی

رکن صاین

با دعوی زهد فعل عصیان تا چند با معنی کفر لاف ایمان تا چند
برخیز که دلق زرق را پاره کنم این زهد عیان و فسق پنهان تا چند

رکن صاین

مومن گشتیم کفر پنهان با قیست جنگِ آن شوخ ناپشیمان با قیست
مردیم و نمرد نفس کافر چه علاج آدم گردید خاک و شیطان با قیست

عاقل

مطلب ز ردای فقر اگر ابرام است — پس منعم ساده از چه رو بدنام است
از خلوتِ زاهد ریائی پرهیز — اینجاست که در کردِ رمیدن دام است

رودکی سمرقندی

روی بمحراب نهادن چه سود — دل به بخارا و بتانِ طراز
ایزد ناوسوسه عاشقی — از تو پذیرد نپذیرد نماز

ابوزراعه جرجانی

هر آن کسیکه نباشد ز اختر اقبال — بود همه هنر او بخلق نامقبول
شجاعتش همه دیوانگی فصاحت حشو — سخا گزاف و کریمی فساد و فضل فضول

شاپور

آثار صفا ز اهل تزویر مخواه بوی عنبر ز طینت سیر مخواه
از زاهد خشک رمز عرفان مطلب بنمای از آئینهٔ تصویر مخواه

شاپور

آن فرقه که خویش را ولی میدانند بیچاره عوام را بخود می خوانند
الله و رسول بر زبان می رانند چون در نگرے خلیفهٔ شیطانند

طالب آملی

سهلست اگر توبه شکستم من مست کز رنج خمار رفته بودم از دست
دل بد نکنم که توبه هم ساغر نیست کز حادثه گر شکندش نتوان بست

طالب آملی

در کفر تو ننگم از مسلمان آید رشکم برکیش بت پرستان آید
سجاده نه از زهد بر آتش نهم می ترسم ازان که بوی ایمان آید

طالب آملی

آنم که بکام خواهش خویشتنم گه سجدهٔ بر کنشت و گه بت شکنم
زنارم و در صومعهٔ زاهدم تسبیحم و در سلسلهٔ برهمنم

طالب آملی

زاهد که بساط انجمن را شکند وز توبه دل توبه شکن را شکند
آن مایه غرورست که گر از خاکش سازی خم باده خویشتن را شکند

طالب آملی

آں بادہ کہ دوش راہبِ دیر آورد
خوردیم و نداد روح را نشہ درد
آلودۂ توبہ شد لب مشرب ازو
گوئی نجم سرکۂ زاہد پرورد

ملا محمد سعید اشرف

گر سفلۂ دوں ز اہل تمکیں گردد
در حال ز راہ و رسم پیشیں گردد
از دولت عارضی کند خود را گم
مانند پیادۂ کہ فرزیں گردد

سید شرف الدین اشرفی سمرقندی

دل کیست یکی جای نشست غم تست
جاں کیست یکی ہوا پرستِ غم تست
ویں عمر بحیلۂ کہ مستِ غم تست
روزی چندست و آں بدستِ غم تست

نقی مکرہ

جز یادِ حق ار حاصلت از زندگی ست شرمندگی حاصل ایں بندگی ست
ذکرت ہمہ فکرِ گاہ و خرو قت نماز نہ بندگی ست اینکہ خر بندگی ست

شاہ ولایت اللہ

درویش شدن بہ پشم پوشی نبود عارف بودن بہر زہ جوشی نبود
کافی ست اشارہ از مقام تحقیق در حضرت او باد فروشی نبود

آقا عبد الباقی ندوی

یا عاشق حق گذار می باید بود یا فاسق ہر زہ کار می باید بود
نی عاشق و نی فاسق و پس در دنیا از بہر چہ کار مے باید بود

امیر خسرو

تا کی بزبان طاعت و اندر دل حرام بگرفت دلم زین گنه تقوی نام
دردی بمن آور چو مئی نیست بجام میخوارهٔ پخته بهتر از صوفی خام

شیخ نجم الدین کبری

قلاش و سیه گلیم و عاشق بودن میخوارهٔ و بت پرست و فاسق بودن
در کنج خرابات موافق بودن به زانکه بجرقه در منافق بودن

علی خزری

پرسید ز یار خود یکی از یاران کای یار بگو چگونه گفت ایجان
فرسوده شد از خوردن نعمت دندان لیک از گله یکروز نیاسود زبان

سلطان حسین مرزا

در عشق بتاں بے سر و سامان بودن — ہمدم ہمہ دم باغم ایشاں بودن
رفتن کلیسا و بستن زنار — بہ زانکہ بہ تقلید مسلمان بودن

عہدی ساوجی

برہم زدہ گرگے گلہ را چوپاں کو — ایں پست و بلند و ہر را سوہاں کو
کافر شدہ ابنائے زماں نوح کجاست — فاسد شدہ اجزای زمیں طوفاں کو

سحابی استرآبادی

خوش آنکہ بوصلِ خویش واصل شدہ است — بیروں از قیدِ سہل و مشکل شدہ است
فخر از غرت مدار و ننگ از خواری — کایں خاک بسے گُل شدہ و گِل شدہ است

مولانا جلال الدین رومی

بد مکینی و نیک طمع می داری — هم بد باشد سزاے بد کرداری
با آنکه خداوند کریم ست و رحیم — گندم ندهد بار چو جو می کاری

امیر مغیث محوی

زانها که بخوشتن فرودی چه شدی — بنمائے بگو که در چه سودی چه شدی
تا کے گوی که یک دو روز مهلت ست — عمری محوی که زنده بودی چه شدی

خواجه حسین مروی

ای کافر بد عهد مسلمان نشدی — شرمنده و منفعل ز عصیان نشدی
عمر تو تمام در ضلالت بگذشت — افسوس که از کرده پشیمان نشدی

محمد افضل سرخوش

گشتیم بهر کوچه و بازار بسے در دهر نیافتیم یک همنفسی
سرخوش چو کتاب هر کرامی بینم گوید از خویش و نشنود حرف کسی

نواب

یکچند به بزم فقه کاران رفتم چندی بدر خرد گزاران رفتم
دیدم همه اندیشهٔ دنیاسازیست نواب بکوی دین شعاران رفتم

درد

ای درد گهی با آبیاری وضو دل سوی شگفتگی نمی آرد رو
اکنون بدر میکده باید رفتن کاین عقده کشاید مگر از دست سبو

درد

ای شیخ بخلق از کرامات مگو　　اخبار پریشان بمباهات مگو
منظور اگر بهیده گوی باشد　　دیگر چه کم ست این خرافات مگو

درد

یک عمر قدم براه افسانه زدیم　　یک چند در کعبه و بت خانه زدیم
المنة لله که آخر ای درد　　در میکده آمدیم و پیمانه زدیم

درد

برهم چون گل ز دست او راق خودیم　　آتش زده شرار چقماق خودیم
از ماست هر آنچه درد بر ماست همه　　اے وای که با این همه مشتاق خودیم

درد

بُختیم و خیالِ خام پیدا کردیم آزاد شدیم و دام پیدا کردیم
یعنی ای درد همچو عنقا از خلق گم گردیدیم و نام پیدا کردیم

درد

در ملتِ عشق خوب و زشت دگرست هم کعبه دگر و کنشت دگرست
زاهد تو و گلچینیِ گلزار بهشت خندیدن یار ما بهشت دگرست

درد

اسرار صفا به پیش دونا گفتن بیجاست چو گوهر بنجایس سفتن
یعنی نرود کدورت از طبع دنی از روی زمین غبار نتوان رفتن

غالب دہلوی

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار ساقی و مغنی و شرابی و سرودے
زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند حق را بسجودے و نبی را بدرودے

غالب دہلوی

شرط است کہ روی دل خراشم ہمہ عمر خونابہ برخ ز دیدہ پاشم ہمہ عمر
کافر باشم اگر بمرگِ مومن چوں کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر

غالب دہلوی

ہر کس ز حقیقت خبرے داشتہ است بر خاک رہ عجز سرے داشتہ است
زاہد ز خدا ارم بدعوی طلبد شداد ہمانا پسرے داشتہ است

غنی

مستان همه خفته اند در سایهٔ تاک از گرمی خورشید قیامت بیباک
دنیا گوئید مزرعهٔ آخرت ست ای شیخ بریز دانهٔ سبحه بخاک

واقف دهلوی

مستوجبِ طعنه و ما دم ما ئیم شایانِ ملامتِ دو عالم ما ئیم
سوزیم چراغ کعبه و دیر خانه بدنام کنِ دودهٔ آدم ما ئیم

آزاد بلگرامی

فسق ست و فساد کار هر روزهٔ ما پُر شد ز حرام کاسه و کوزهٔ ما
می خند د روزگار و می گرید عمر بر طاعت و بر نماز و بر روزهٔ ما

آزاد بلگرامی

ایں قوم کہ تقوے ریائی وارند　　دانی زچہ اسباب ورع جمع آرند
مسواک کہ دندان طمع تیز کنند　　تسبیح کہ عیب مردماں بشمارند

گرامی پنجابی

شیخیم مقدسیم غازی مائیم　　از راہ نشینانِ حجازی مائیم
بے پردہ بہ کعبہ سجدہ گردان بودیم　　در پردہ امامِ مہرہ بازی مائیم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

رمیدی از خداوندانِ فرنگ　　ولے بر گور و گنبد سجدہ پاشی
بہ لالائی چناں عادت گرفتی　　ز سنگ راہ مولائے تراشی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ہزاراں سال با فطرت نشستم با و پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سرگذشتم این و حرف است تراشیدم - پرستیدم - شکستم

بابا افضل کوہی

آں کس کہ درون سینہ را دل پنداشت گامے دو نرفتہ جملہ حاصل پنداشت
تسبیح و سجادۂ توبہ و زہد و ورع این جملہ رہست خواجہ منزل پنداشت

سحابی استرآبادی

گر رازنہانِ حق تعالی بینند کے سود و زیانِ خویشتن دانند
خلقے بگمان اہل یقیں اند ہمہ کوران خود را بہ خواب بینا بینند

بے ثباتی دنیا و غرلت

ابو سعید مہنہ

روزے ز پئے گلاب می گردیدم　　پژمردہ عذار گل در آتش دیدم
گفتم کہ چہ کردہ کہ می سوزندت　　گفتا کہ دریں باغ دمے خندیدم

ابو سعید مہنہ

گر دشمن مردان ہمگی حرق شود　　ہم برق صفت بخویشتن برق شود
گر سگ بہ مثل درون دریا برود　　دریا نشود پلید سگ غرق شود

بابا افضل کوهی

گیرم که سلیمان نبی را پسری بر باد نشسته و جهان می سپری
گیرم که بکام تست گیتی شب و روز بنگر پدرت چه برد تا تو چه بری

بابا افضل کوهی

گر بر فلکی نجاک باز آرندت در بر سر نازی به نیاز آرندت
فی الجمله حدیثِ مطلق از من بشنو آزار مکن تا که نیازارندت

بابا افضل کوهی

گیرم که همه ملک تو چین خواهد بود آفاق ترا زیر نگین خواهد بود
خوش باش که عاقبت نصیب من و تو ده گز کفن و سه گز زمین خواهد بود

بابا افضل کوہی

رفتم بہ سر گور لعبت بینی　　دیدم ہمہ زار لعبستان چینی
گفتم کہ چہ حال است شمارا اینجا　　گفتند چہ گوئیم چو آئے بینی

بابا افضل کوہی

گر یار بکام خویش ہمدم یابی　　از عمر مراد خویش آنم یابی
زنہار غنیمت شمر آں یکدم را　　شاید کہ دمے دگر چناں کم یابی

بابا افضل کوہی

گر حاکم صد شہر و ولایت باشی　　در در ہنر و فضل نہایت باشی
گر فاتح مطلقے و گر زاہد پاک　　روزی دو سہ بگزرد حکایت باشی

مومن یزدی

زہراست حضور خلق اگر یک نفس است　　تریاک دہد تلخی اگر یک عدس است

محتاج بہ آشنائی خلق نہ ایم　　مارا الم نفسِ بدخویش بس است

مومن یزدی

داریم زبے ثباتیٔ عمر الم　　نگذاشت کہ ما دمی برایم بہم

از اشہبِ روز واد ہم شب دریاب　　کین اسپ دواسپہ میرود سوئے عدم

قدسی

بر ثمر ہما لبم تبسم دارد　　اندیشہ دراین نکتہ مرا گم دارد

در سایۂ مرغے چہ گریزی قدسی!　　کاو چشم براستخواں مردم دارد

قدسی

هر کار که در جهان میسر گردد　　هر گاه به پایان رسد ابتر گردد
نیکو نبود هیچ مرادی به کمال　　چون صفحه تمام شد ورق برگردد

حکیم خاقانی

دانی ز جهان چه طرف بر بستم هیچ　　وز حاصل ایام چه در دستم هیچ
شمع طربم ولی چو بنشستم هیچ　　آن جام جمم ولی چو بشکستم هیچ

شهید بلخی

دوشم گذر افتاد به ویرانه طوس　　دیدم چغدی نشسته جای طاوس
گفتم چه خبر داری از این ویرانه　　گفتا خبر این است که افسوس افسوس

شهید بلخی

اگر غم را چو آتش دود بودے جهان تاریک بودے جاودانه
دریں گیتی سراسر گریه گردے خردمندے نیابی شادمانه

سحابی استرآبادی

دنیا بگذار و بگذر از شور و شرش آلوده نشو چو مردم بے بصرش
کشتی چو شکست خواجه را در دریا بشکے پر باد به که انبان زرش

سحابی استرآبادی

از خلق جهان آنکه خبردار تر است مفلس تر و خامش تر و بیکار تر است
در باغ به سرو باغبانی میگفت خوش میوه ترین درخت کم بار تر است

سحابی استرآبادی

مادام که دستِ کس به هر سودی هست کم راه برو که غیر او بودی هست
بر وفق مراد تو ازاں نیست فلک تا دریابی غیر تو وجودی هست

سحابی استرآبادی

هر چند زمانه شور و شر انگیزد بشکیب اگر نه زاں تبر انگیزد
نتواں بر موج بحر دستِ روزد کاں دست زدن موج دگر انگیزد

سحابی استرآبادی

اے دُنیئے دوں نہ دیں و نہ داد تو خوش یک ساکن نیست در غم آباد تو خوش
بگرفت دلم ز غربت آباد وجود اے مسکن مالوفِ عدم باد تو خوش

سحابی استرآبادی

تا چند اسیر چرخ سرکش بودن بے حاصل و ناخوش و مشوش بودن
بہتر مردن نیست غائت سیر جہاں نتوان بامید مردنی خوش بودن

خفی خوانساری

در مذہب اہل درد آنکس فرد است کز خلق مجرد ز علایق فرد است
خورشید کہ ہست عالم آرا حقی روشن دل از آنست کہ تنہا گرد است

مسعود سعد سلمان

نہ ہست مرا بہ شادئ دسترسے نہ گفت توانم غم خود را بہ کسے
صد غم دارم نہفتہ در ہر نفسے در من نگرید و شکر گوید بسے

مسعود سعد سلمان

نه روز مرا هیزم و نه شب دوغن زین هر دو بر آسود مرا دیده و تن
در حبس شدم به مهر و مه قانع من کاین روزم گرم دارد و آن شب روشن

بایزید بسطامی

کو سوخته که سازمش همدم خویش یا دل شده که یابمش محرم خویش
پس هر دو به کنج خلوتی بنشستیم من ماتم خویش دارم او ماتم خویش

عمر خیام

دوشینه پئے گلاب میگردیدم در طرف چمن پژمرده گلے میان گلها دیدم پرمرده من
گفتم که چه کرده چنین میسوزی ای عاشق زار گفتا که بسی در این چمن خندیدم پس وا ایمن

عمر خیام

آن قصر که با چرخ همی زد پهلو　　بر درگه او شهان نهادندے رو

دیدیم که بر کنگره اش فاخته　　بنشسته همی گفت که کو کو کو

عمر خیام

آمد سحری ندا ز میخانه ما　　کای رند خراباتی دیوانه ما

برخیز که پر کنیم پیمانه زمے　　زان پیش که پر کنند پیمانه ما

عمر خیام

برخیز و بیا بنا ز بهر دل ما　　حل کن بجمال خویشتن مشکل ما

یک کوزه می بیا تا نوش کنم　　زان پیش که کوزه ها کنند از گل ما

عمر خیام

ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب وز گردش دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی درد تو افزون گردد با درد بساز و هیچ درمان مطلب

عمر خیام

ای چرخ فلک خرابی از کینه تست بیداد گری عادت دیرینه تست
ای خاک اگر سینهٔ تو بشگافند بس گوهر قیمتی که در سینه تست

عمر خیام

ساقی چو زمانه در شکست من و تست دنیا نه سراچهٔ نشست من و تست
گر زانکه بدست من و تو جام می هست میدان یقین که حق بدست من و تست

عمر خیام

گر کار تو نیک ست، به تدبیر تو نیست در سر برود نیز به تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیش کن و شاد بزی چون نیک و بد جهان به تدبیر تو نیست

عمر خیام

ای دل چو نصیب تو همه خون شدنست احوال تو هر لحظه دگرگون شدنست
ای جان تو دریں تنم چه کارآمده‌ٔ چون عاقبت کار تو بیرون شدنست

عمر خیام

هر دشتی که لاله زاری بودست آن لاله ز خون شهریاری بودست
هر برگ بنفشه کز زمین می‌روید خالیست که بر رخِ نگاری بودست

عمر خیام

پیش از من و تو لیل و نهاری بودست گردنده فلک بر اکاری بودست
زنهار قدم بخاک آهسته نهی کان مردمک چشم نگاری بودست

عمر خیام

ای دل چو زمانه می کند غمناکت ناگه برود ز تن روان پاکت
بر سبزه نشین و خوش بری روزی چند زان پیش که سبزه برد مد از خاکت

عمر خیام

بس خون کسان که چرخ بیباک بریخت بس گل که بر آمد از گل و پاک بریخت
بر حسن و جوانی ای پسر غره مشو بس غنچه نا شگفته بر خاک بریخت

عمر خیام

طوریست که صد هزار موسی دیدست　　دیریست که صد هزار عیسی دیدست
قصریست که صد هزار قیصر بگذشت　　طاقیست که صد هزار کسری دیدست

عمر خیام

دنیا دیدی و هرچه دیدنی هیچ است　　وان نیز که گفتی و شنیدی هیچ است
سرتاسر آفاق و دیدی هیچ است　　وان نیست که در خانه خزیدی هیچ است

عمر خیام

شادی مطلب که حاصل عمر دمی است　　هر ذرّه ز خاک کیقبادی و جمی است
احوال جهان و اصل این عمر که هست　　خوابی و خیالی و فریبی و دمی است

عمر خیام

این کهنه رباط را که عالم نام ست آرام گه ابلق صبح و شام ست
بزم ست که واماندهٔ صد جمشید ست قصر ست که تکیه گاه بهرام ست

عمر خیام

آن قصر که بهرام در و جام گرفت روبه بچه کرد و شیر آرام گرفت
بهرام که گور می گرفتی دایم امروز نگر که گور بهرام گرفت

عمر خیام

چون عمر همین ست چه بغداد و چه بلخ پیمانه چو پر شود چه شیرین و چه تلخ
می نوش که بعد از من و تو ماه بسی از سلخ بغره آید از غره به سلخ

عمر خیام

آنها که کهن شدند آنها که نواند　　هر یک بمراد خویش یک یک بزدند
این سفله جهان بکس نماند جاوید　　رفتند و روند و دیگر آیند و روند

عمر خیام

کم کن طمع از جهان بمیری خورسند　　وز نیک و بد زمانه بگسل پیوند
خوش باش چنانکه این دو رفلک　　هم بگسلد و نماید این روزی چند

عمر خیام

این کوزه گران که دست در گل دارند　　عقل و خرد و هوش بر آن بگمارند
این مشت و لگد و طپانچه تا چند زنند　　خاکی بدهان ست چه می پندارند

عمر خیام

لب بر لب کوزه هیچ دانی مقصود یعنی لب من نیز چو لبهای تو بود
آخر چو وجود من نماند موجود بهرات چنین شود بفرمان ودود

عمر خیام

گویند بهشت حوض و کوثر باشد وانجا مئی ناب و شهد و شکر باشد
پر کن قدح باده و بر دستم نه نقدی ز هزار نسیه خوشتر باشد

عمر خیام

افسوس که نامهٔ جوانی طی شد دیریست تا بهار شادمانی طی شد
وان مرغ طرب که نام او بود شباب فریاد که آمد و ندانم کی شد

عمر خیام

افسوس که سرمایهٔ زکف بیرون شد در دست اجل بسی جگرها خون شد
کس نامد ازان جهان که تا پرسم ازو کاحوال مسافرانِ عالم چون شد

عمر خیام

گویند که مرد را هنر می باید یا نسبت عالی پدر می باید
اینها همه در زمان سابق بودند بالفعل درین زمانه زر می باید

عمر خیام

خوش باش که عالم گزران خواهد بود روح از پی تن نعره زنان خواهد بود
این کاسه ها که تو بینی یک چند زیر قدم کوزه گران خواهد بود

عمر خیام

من دامن زہد و توبہ طے خواہم کرد　　با موی سفید قصد می خواہم کرد
پیمانہ عمر من بہفتاد رسید　　ایندم نکنم نشاط کے خواہم کرد

عمر خیام

دی کوزہ گری بدیدم اندر بازار　　بر پارہ گلے کلند ہے زد بسیار
واں گل بزبان حال با وی میگفت　　من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار

عمر خیام

عمر تو چہ دو صد و چہ سی صد چہ ہزار　　زیں کہنہ سرا بروں برندت ناچار
گر بادشہی و گر گدائی بازار　　ایں ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

عمر خیام

لب بر لب کوزه بردم از غایت آز تا راز طلسم واسطهٔ عمر دراز
با من بزبان حال می گفت این راز عمرے چو تو بوده ام دمی با من ساز

عمر خیام

مرغی دیدم نشسته بر بارهٔ طوس در پیش نهاده کلهٔ کیکاؤس
با کله همی گفت که افسوس افسوس کو بانگ جرسها و کجا ناله کوس

عمر خیام

در کارگه کوزه گری بودم دوش دیدم دو هزار کوزه گویا خموش
هر یک بزبان حال با من گفتند کو کوزه گر و کوزه خر و کوزه فروش

عمر خیام

ای چرخ زگردش تو خرسند نیم　　آزادم کن که لایق بند نیم
گر میل تو با بی خرد و نااهل ست　　من نیز چنان اهل و خردمند نیم

عمر خیام

محرم هستی که با تو گویم همدم　　کز اول کار خود چه بودست آدم
محنت زده سرشته از گل غم　　یک چند جهان بخورد و برداشت قدم

عمر خیام

غره چه شوی به سکن و کاشانه　　بر عمر که هست حاصلش افسانه
همخوابه بادی و توافروزی شمع　　بر رهگذر نسیم چه سازی خانه

عمر خیام

در کارگه کوزه گری کردم رای — در پایهٔ چرخ دیدم استاده بپای
میکرد سبو و کوزه را دسته و مُهر — از کلهٔ بادشاه و از دست گدای

عمر خیام

بر سنگ زدم دوش سبوی کاشی — سرمست بدم که کردم این او باشی
با من بزبان حال می گفت سبو — من چون تو بدم تو نیز چون من باشی

عمر خیام

ای کوزه گر ابگوش گر هشیاری — تا چند کنی برگل آدم خواری
انگشت فریدون و سر خسرو — بر چرخ نهادهٔ چه می پنداری

عمر خیام

بر کوزه گرے بزیر کردم گذری — از خاک همی نمود هر دم بتری
من دیدم اگر ندید هر بی بصری — خاک پدرم بر کف هر کوزه گری

عمر خیام

ای سرخ چه کرده ام ترا راست بگوئے — پیوسته فگنده مراد تگ و پوئے
نانم ندهی تا نبری کوئے بکوئے — آبم ندهی تا نبری آب ز روئے

رضی آرتیمانی

هر چند که پوشیده ترم عور ترم — هر چند که نزدیک ترم دور ترم
سبحان الله! در آنجمال از حیرت — هر چند که بینده ترم کور ترم

مُلا محسن فیضی

اے آنکہ گماں کنی کہ داری ہمہ چیز — اینک روی از جہاں گذاری ہمہ چیز
یا بی باقی اگر ز فانی گذری — داری ہمہ چیز اگر نہ داری ہمہ چیز

شیخ سعدی

آں گل کہ ہنوز نو بدست آمدہ بود — نشگفتہ تمام باد قہرش بر بود
بیچارہ بسے امید در خاطر داشت — امید دراز و عمر کوتاہ چہ سود

شیخ سعدی

چوں حال بدم در نظر دوست نکوست — دشمن ز جفا گو ز تنم بر کن پوست
چوں دشمن بے رحم فرستادہ اوست — بد عہدم اگر نہ دارم این دشمن دوست

شیخ عراقی

هر چند کہ دل را غم عشق آئین است　　چشم است کہ آفتِ دل مسکین است
من معترفم کہ شاہد دل مغنیست　　اما چہ کنم کہ چشم صورت بین است

مُلّا محمد صادق

آنکس کہ خلا گفت محالست کجاست　　تا کیسۂ من بیند و گوید کہ بجاست
از کیسۂ دل بپرس احوال مرا　　شرمندۂ این طائفہ ام مدتہاست

مُلّا محمد صادق

گنجے فارغ نشستن از دنیا بہ　　از منصب بے بقایش استغنا بہ
دنیا زنِ زشت و طالبانش گوزند　　شوے زن زشت روے نابینا بہ

اشرفی سمرقندی

دل بستهٔ روزگار پرزرق شدن　　یا شیفتهٔ بقائے چون برق شدن
چوں مردمِ اندک آشنا در گرداب　　دستے زدن است و عاقبت غرق شدن

اشرفی سمرقندی

آنم کہ ہمہ حریر پوشیدہ تنم　　ناسودز خائیدن شکر دہنم
امروز بدلق و لقمهٔ مرہم تہنم　　اے گردشِ روزگار کوے کہ منم

سرمد

سرمد تو ز ہیچ خلق یاری مطلب　　از شاخ برہنہ سایہ داری مطلب
غرت ز قناعت ست و خواری ز طمع　　با غرتِ خویش باش و یاری مطلب

سرمد

هر کس بجهان از پئے نان دوست بود　　یک دوست ندیدیم ز جان دوست بود
چون سگ ز پئے لقمه بهر در بدوند　　این ست نشان که نام شان دوست بود

سرمد

از اشک جگر تمام دریا شده ام　　آشفته و دیوانه صحرا شده ام
از صحبت همدمان بوحدت قسم ست　　تنها شده ام رفیق عنقا شده ام

سرمد

در دهر اگر همسر افلاک شوی　　پستی بگزین که عاقبت خاک شوی
آسودگی جهان نیرزد به جوی　　دامن افشان ز حرص تا پاک شوی

سرمد

افسوس که غافل تو ز هستی هستی — پیوسته ز صهبای رعونت مستی
هر چند شوی بلند چون شعلهٔ خس — از شامتِ سرکشی در آخر پستی

سرمد

افسوس ز سر تا بقدم بوالهوسی — اندیشه بکن به بین چه چیزی چه کسی
آزاد بشو ز دامِ غفلت گفتم — تا دز هوسی - اسیر اندر قفسی

سرمد

افسوس که از کردهٔ خود بیباکی — در دست هوس چو گریبان چاکی
با این یک دو نفس هستی خود همت شما — پندار که بر خاک نهٔ در خاکی

ملارشدی رستم واری

هست ایں کرۂ گِل اثر مقبرۂ گردوں لوحے برزبرِ مقبرۂ

گیتی لحدے و ماہمہ مردہ دراو خورشید چراغے بہ سرِ مقبرۂ

ابن یمین

زروزگار حوادث امید امن ملار کہ در تموز ندارد دلیل برف و ہوا

جہاں بحقۂ سربستہ ماند از تقدیر بروں بزنگ منقش درون آز زہر بلا

ابن یمین

ہر کرا مال ہست خوردن نیست اُو ازاں مال بہرہ کے دارد

یا بہ تاراج حادثات رود یا بمیراث خواہ بگزارد

ابن یمین

تعجب است مرا از طریق اهل خرد — که خویش را ملک الملک اعتبار کند

به منفعت که ندارند خلق آزارند — چو منصبی که نیابند افتخار کند

ابن یمین

اقبال را بقا نبود دل بر آن منه — عمری که در غرور گزاری هبا بود

در نیست با درت زمن اکنون تو خود ببین — اقبال را چو قلب کنی لا بقا بود

ابن یمین

ستمگر افلکا کجروا جفا کارا — نگویمت که مرا تاج و تخت شاهی ده

نوی دکهنه ربا طلی و یک دو سر گردان — زهر که خواه ستان و بهر که خواهی ده

ابن یمین

منگر کہ دل ابن یمین پرخون شد　　بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و چشم بروی بدوست　　با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

حافظ شیرازی

گل گفت اگر دستگہے داشتمے　　بگریختمی اگر رہے داشتمے
با بیگہی مرا چنیں می سوزند　　ای وای بمن اگر گنہے داشتمے

حافظ شیرازی

گل را دیدم نشستہ بر تخت شہی　　گفتا بشنو راستی از مرد رہی
من طفلم و بیگانہ مرا می سوزند　　اے وائے بتو کہ پیری و پرگنہی

حافظ شیرازی

گویند کہ فردوس بریں خواہد بود　　فردائے ناب و حور عین خواہد بود

گر مائے و معشوق گزیدیم چہ باک　　چوں عاقبتِ کار چنیں خواہد بود

حافظ شیرازی

از یار وفا کہ دید تا من بینم　　راحت ز جفا کہ دید تا من بینم

تو عمر منی و بیوفائی چہ کنم　　از عمر وفا کہ دید تا من بینم

شاہ سنجان خافی

خواہی کہ ترا رتبۂ ابرار رسد　　مپسند کہ بر کس ز تو آزار رسد

از مرگ میندیش و غم رزق مخور　　کان ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

تمکین شیروانی

تمکین دیدی که جمله دیدی و گزشت　　رفتی و رساندی و رسیدی و گزشت
غمگین نشوی که واعظت کافر خواند　　فرداست که این نیز شنیدی و گزشت

عاشق اصفهانی

ای ساقی گل چهره زیبائی همه　　ای سرو سهی قامت رعنائی همه
پر کن قدحی که زود خواهی دیدن　　خالی بکنار این چمن جای همه

منصف قاجار

خواهی که غم زمانه پستت نکند　　خیل الم آهنگ شکستت نکند
در گردش چشم دلبران دیده مبند　　هشدار که یک پیاله مستت نکند

نصیرالدین اصفہانی

آمد سپہ بہار و شد لشکر وے — بر شاخ نگر شگوفہ چوں افسر کے
زاں پیش کہ خیل وے رسد باز ز پئے — در پای گُل از دست منہ ساغر مے

ہدایت طبرستانی

ایں درد چہ دردست کہ درمانش نیست — ایں کار چہ کارست کہ سامانش نیست
بسیار برفتیم و نشد راہ تمام — ایں راہ چہ راہ است کہ پایانش نیست

امیر ابو اسحٰق

افسوس کہ مرغ عمر را دانہ نماند — امید بہیچ خویش و بیگانہ نماند
دردا و دریغا کہ دریں مدتِ عمر — از ہر چہ بگفتیم جز افسانہ نماند

امیر ابو اسحق

با چرخ ستیزه کار مستیز و برو با گردش دهر در میامیز و برو
یک کاسه زهر است که مرگش خوانند خوش درکش و جرعه در جهان ریز و برو

جامی رح

گیرم که ز علم واضع زیچ منم فرمان ده روزگار پرپیچ منم
از دیده اعتبار چون در نگرم دنیا هیچست و هیچ در هیچ منم

جامی رح

آنرا که شراب ناب مدهوشش کرد از موی سفید پنبه در گوشش کرد
ایام شباب یک بیک آمد یادش چون خواب خوشی که کس فراموشش کرد

ارشد سمرقندی

کسے کز و ہنر و عیب باز خواہی جست　　بہانہ ساز و بگفتارش اندر آر نخست

سفال را ز طپانچہ زدن ببانگ آرد　　ببانگ گردد پیدا شکستگی ز درست

اوحدالدین کرمانی

اوحد در دل میزنی آخر دل کُو　　عمریست کہ راہ میروی منزل کُو

تا کے گوئی ز خلوت و خلوتیاں　　پنجاہ و دو چلہ داشتی حاصل کُو

اوحدالدین کرمانی

ای چرخ چو مہر زیر میغت بردہ　　گیتی بہ ستم اجل بہ تیغت بردہ

پروردہ بصد ناز جہانت اول　　واخر ز جہاں بصد دریغت بردہ

بدیعی سیستانی

تا کے باشی برائے نانے بامید　　هر جای دهر دری چو قرص خورشید
بازادهٔ خاطر و نم دیده بساز　　کایں آب دانِ تست و داں نانِ سفید

بندار رازی

از مرگ حذر کردن دو روز روا نیست　　روزیکه قضا باشد روزے که قضا نیست
روزیکه قضا باشد کوشش ندهد سود　　روزیکه قضا نیست در و مرگ روا نیست

بندار رازی

با بط میگفت ماهیے در تب و تاب　　غم نیست بجوی رفته باز آید آب
بط گفت چو من قدید گشتم تو کباب　　دنیا پسِ مرگ ما چه دریا چه سراب

بہاء الدین بغدادی

اے طالب دنیا تو یکے مزدوری — وے طالب خلد از حقیقت دوری

اے شاد بہر دو عالم از بیخبری — شادیکہ غمش ندیدۂ معذوری

کمال الدین اصفہانی

چو عادت است کہ ابنائے وقت در ہر عہد — کرم بلاف ز عہد گزشتہ وا گویند

برآں گروہ بباید گریست کز پس ما — حکایتِ کرم از روزگارِ ما گویند

نصیر الدین طوسی

گر زانکہ بر استخواں نماند رگ و پئے — از خانۂ تسلیم منہ بیروں پے

گردن منہ ار خصم بود رستمِ زال — منت مکش ار دوست شود حاتم طے

نصیر الدین طوسی

اے بیخبراں شکل مُوَہَّم ہیچست — ویں دائرہ و سطح مجسم ہیچست
خوش باش کہ در نشیمنِ کون و فساد — وابستۂ یکدمی و آنہم ہیچست

مجیر بیلقانی

گل صبحدم از باد برآشفت و بریخت — وز حالت خود حکایتے گفت و بریخت
بدعہدی عمر بیں کہ خونین دلِ من — سر بر زد و غنچہ کرد و بشگفت و بریخت

مراد قزوینی

ای مولوی از کبر دماغت گندہ — ہر گہ کہ کند بر تو سلام ایں بندہ
چنداں حرکت بکن کہ از روی قیاس — معلوم شود کہ مردۂ یا زندہ

مقیمی

افسوس که گلرخان کفن پوش شدند　　وز خاطر یکدگر فراموش شدند
آنان که بصد زبان سخن می گفتند　　آیا چه شنیدند که خاموش شدند

مقیمی

دنیا خوابی ست کش عدم تعبیرست　　صیدِ اجل ست گر جوان و پیرست
هم روی زمین پُرست و هم زیر زمین　　این صفحهٔ خاک هر دو رو تصویرست

یحیی کاشی

یحیی بجهان نمیتوان خندان شد　　حیف از عمری که صرف در زندان شد
دل زنده کسی بود که چون شمع مزار　　پیش از مردن مقسم گورستان شد

یعقوب کمان

دنیا که دراں ثبات کم می بینم — در هر فرحش هزار غم می بینم
چوں کهنه رباطی ست که از هر طرفش — راهی به بیابانِ عدم می بینم

احمد ملاطی

ایام شباب رفت و خیل و حشمش — تلخ ست مئی پیری و من می چشمش
خم گشته قدم ز پیری و من ز عصا — زه کرده ام این کمان و خوش می کشمش

حاجی

در خوابگه جهان من شیدائی — چشمی که بکشودم از پئے بینائی
دیدم که در و نبود بیدار کسے — من نیز بخواب رفتم از تنهائی

حاجی

تا در نگری نه سرو مانده ست و نه بید نی خارستان غم نه گلزار امید
دهقانِ فلک خرمن عمرِ ما را می پیماید بکیل ماه و خورشید

لطفی تبریزی

یکچند پی گردش افلاک شدیم یکچند پی دانش و ادراک شدیم
از آمد و رفت خود همی فهمیدیم کز خاک برآمدیم و در خاک شدیم

مظفر کرمانی

افسوس که همدمانِ مونس رفتند یاران موافق و مهندس رفتند
آنانکه بهم نشسته بودیم همه هر یک به بهانه ئی ز مجلس رفتند

معین شیرازی

ایام بقا چو باد نوروز گذشت　　روز و شب با محنت و سوز گذشت

تا چشم نهادیم بهم صبح دمید　　تا چشم گشادیم ز هم روز گذشت

مهدی کوکب

چون حاصل عمر تو فریبی دومی ست　　بیداد مکن گرت بهر دم تمی ست

مغرور مشو بخود که اصلِ من و تو　　گردی و شراری و نسیمی دومی ست

میر تربتی

دائم بگناه نفس راغب بوده　　قالب عاصی و روح تائب بوده

موگشت سفید و رُو سپیدم ننمود　　این پیری من صباح کاذب بوده

نجم‌الدین رازی

هر سبزه که بر کنار جوی رسته ست گوی ز خط فرشته خوی رسته ست
تا بر سر لاله پا نخواری ننهی کان لاله ز خاکِ ماهروی رسته ست

هلالی

تا کی دلت از چرخ جزین خواهد بود با محنت و درد همنشین خواهد بود
خوش باش که روزگار پیش از من و تو تا بود چنین بود و چنین خواهد بود

عاقل

یک شیشه ندیدم که تواش سنگ نه یک گل نشکستم که تواش رنگ نه
ای مایهٔ داد این چه بیدادگری ست صلحی نشنیدم که تواش جنگ نه

شمس الدولہ محمد بلخی

ہر لالہ کہ چشم کوہسارے بودست　　صد قطرہ زخوں تاجدارے بودست
مسپر بقدم سبزۂ بستاں گستاخ　　کان وسمۂ ابروی نگاری بودست

بیدل

گیرم کہ سریرت زبلور دیسم ست　　سنگش داند ہر آنکہ اورا چشم ست
ایں مند قاقم وسمور وسنجاب　　در دیدۂ بوریانشیناں شپم ست

مشتاق

گل روی بتِ عشوہ فروشی بودست　　نرگس چشم پیالہ نوشی بودست
خاکی کہ دریں چمن بروی گذریم　　پای وسری وچشم وگوشی بودست

ملا یک قمی

با بط می گفت ماهیے در تب و تاب می گشت چو در آتشِ سوزنده کباب
در دا و دریغا که دریں دیر خراب گه بر سر آتشیم و گه بر سر آب

علی خزیں

خورشید علم بکوہساراں زد و رفت دلدار دَرِ امیدواراں زد و رفت
بلبل دستان نوبہاراں زد و رفت گل خندہ بوضع روزگاراں زد و رفت

علی خزیں

چوں چرخ فلک در اضطرابیم ہمہ در محنت و غم بہ پیچ و تابیم ہمہ
از بہر دو روزہ عمر اے یار عزیز بنگر کہ چگونہ در عذابیم ہمہ

میر کیکاوس بن قابوس

گر مرگ بر آورد ز بدخواهِ تو دود از مردن او شاد چرا گشتی زود
چون مرگ مرا نیز بخواهد فرسود از مرگ کسی شاد چرا باید بود

فصاحت خان رازی

راحت ز ازل نیست بعالم موجود زین مهلکه هر کس که برون رفت آسود
عمریست بزندان وجودم راضی در قید حیات تا بکی خواهد بود

عرفی شیرازی

رفتم بجنازهٔ یکی تن که فرد صد سال ز باغِ عیش گل چید و بمرد
گفتم که بروں بری ازیں باغ و بہا گفتا دلِ پر خوں که تو هم خواهی مرد

مرزا فصیحی هروی

دوران فلک و روشبان میگذرد　　بس دور گذشت همچنان میگذرد
از بهر دو روزه عمر دلتنگ مباش　　ای غنچه شگفته شو جهان میگذرد

مرزا جلال الدین ابو الخیر عاشق

نه سایهٔ بیدونی سخن خواهد ماند　　نه حسن بتان سیم تن خواهد ماند
این عالم بیوفا که من می بینم　　نی نازِ تو نے نیازِ من خواهد ماند

مُلّا محمد صُوفی

ای شاه نه تخت و نه نگین می ماند　　آخر بتو یک دو گز زمین می ماند
صندوق خود و کاسهٔ درویش ازا　　خالی کن و پر کن که همین می ماند

کمال الدین اسمٰعیل

ایوان سر بر فلک افراشته گیر وین زیر زمین بگنج اپناشته گیر
وین سیم که جو جو بهمش می آری خرمن خرمن بجای بگذاشته گیر

کمال الدین اسمٰعیل

ای دل ز رویم را بنیدیش و بخور آن روز پسین را غمی از پیش بخور
اندر غم این و آن بسر بردی عمر خوردی غم هر چیز و غم خویش بخور

مولانا حسین یزدی

زین تودهٔ خاک چون مسیحا بگذر از خواب و خور و سبزه و صحرا بگذر
خر نیستی از آب و علف دست بدار سگ نیستی از جیفهٔ دنیا بگذر

خان اعظم موسوم بہ عزیز کوکا

ای دل چو بود عاریتِ عمر عزیز — زنہار کہ صرفش نکنی الا بدو چیز

یا مہر نگاریکہ پسندیدہ بود — یا صحبت یاری کہ بود اہل تمیز

شیخ عطار

وی بر سر خاک دوستی با دل ریش — میبارید خون جگر بر رخ خویش

آواز آمد کہ چند گریی بر ما — بر خود بگری کہ کار داری در پیش

حاجی محمد خان قدسی مشہدی

زد قافلہ سالار بپای کوچ دہل — تو گرم بخوردن می و چیدن گل

برخیز ز آب و بگذران بارت را — زان پیش کہ آب بگذرد از سر پل

شیخ احمد غزالی

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم　　آسوده در آمدیم و غمناک شدیم
بودیم ز خاک تیره در آتش و آب　　دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

ملا شرف الدین علی یزدی

گر جام طرب بمنزل جم زده ایم　　جز باد بدست نیست تا دم زده ایم
پیدا شده عالمی و پنهان گشته　　تا چشم گشاده ایم و برهم زده ایم

سلطان سنجر سلجوقی

تا جان بجهان دار سپردیم و شدیم　　زحمت ز میان خلق بردیم و شدیم
روزی دو سه گر بما سپرند جهان　　ما نیز بدیگران سپردیم و شدیم

میر باقر داماد اشراق

اشراق دل از غم تبان شاد مکن　　بت خانه ز سنگِ کعبه آباد مکن
این دیر فنا را سر آبادی نیست　　رو در رهِ سیل خانه بنیاد مکن

جهانگیر بادشاه

ای آنکه غم زمانه پاکت خورده　　اندوه دلِ وسوسه ناکت خورده
مانندهٔ قطرهای شبنم بزمین　　جاگرم نکردهٔ که خاکت خورده

حکیم رکنائی مسیح

ای خواجه که رخ چو بدر آراستهٔ　　تا در نگری چو ماهِ نو کاستهٔ
امروز بکش باده که فردا چون گرد　　از دامنِ روزگار برخاستهٔ

فضلی جزیادقانی

فضلی چه بکار خویش حیران شده — فرداست که چون گل از گلستان شده
مانند مزار بیکسان بر سر راه — تا در نگری بخاک یکسان شده

شیخ رباعی مشهدی

هنگام سپیده دم خروس سحری — دانی که چرا همی کند نوحه گری
یعنی که نمودند در آئینه صبح — کز عمر شبی گذشت تو بیخبری

طالب آملی

این دل هر که حاصلش نیرزد بجوی — نه موسم کشت ست درو نه دروی
از کهنه و نو نصیب احباب درد — درد کهن ست و برسرش داغ نوی

مرزا حنیف امین

تا کے طلبِ روزی ہر روزہ کنی　　اسبابِ طرب زلعل و فیروزہ کنی
در چشمۂ حیواں اگر آید اجلت　　مہلت ندہد کہ آب در کوزہ کنی

عنایت تبریزی

تا چند دلا بفکر دنیا باشی　　در فکر زیان و سود و سودا باشی
امروز بخور کہ روزئے فردایت　　فردا باشد اگر تو فردا باشی

غیوری کابلی

دریست دلا جہاں پرستی چہ شدی　　بس طرف بمال و جاہ بستی چہ شدی
از صحبتِ خلق روبہ تنہائی کن　　عمریست بجہانیاں نشستی چہ شدی

درد

هرچند همه باب و رنگ آمده ایم — از شیشهٔ دل بزیر سنگ آمده ایم
تا کی بگرفتگی خاطر سازیم — چون غنچه ز وضع خویش تنگ آمده ایم

درد

ای درد ازین بزم اگر باخبری — بیهوده چرا بهر طرف مینگری
بر خویش چو شمع چشم بکشا کاینجا — هرچند ستاده ولی می گذری

درد

کو رمز حقیقتی که هستیش نگفت — کو گوهر معنی که ایجاد نه سفت
گلزار جهان طرفه سرای کهن ست — ای درد کدام گل که اینجا نشگفت

درد

تمییز کہ غیر نقش تشویش نمست ہر لحظہ بہ بیرنگیٔ رنگی پیوست
گفتم وحدت چساں کثرت گنجد دل آمد و پیش دیم آئینہ شکست

درد

ہر چند کہ اسفلیم لیک اعلائیم سنگیم ولے کعبۂ ہر بینائیم
جز نام دگر زما نباید طلبید مانند گیں جلوہ گہِ اسمائیم

درد

باعث شدہ بر عروج ما پستیٔ ما ہشیاری ما فزودہ از مستیٔ ما
آگاہ ز آگاہی خود ساختہ ست عارض شدہ غفلتی کہ بر ہستیٔ ما

درد

چوں دود نہ پیچد از چہ سودا بدماغ — کردہ ست جگر غم احبا ہمہ داغ
رفتند بخواب اہل بزم و مارا — بازست ہنوز چشم مانند چراغ

درد

نی آنکہ دوا ہیچ ندارد اثری — موقوف نہ زندگی بہر برگ و بری
مشروط بہ شرط این و آن نیست کہ ہست — نبض مرض و شفا بدست دگری

درد

تا کے مغرور بادشاہی بودن — ہنگامہ گر جہاں پناہی بودن
امروز بہر چہ می توانی می ناز — فردا تو بیادِ کس نخواہی بودن

درد

شاہا چو گدا با دل غمناک نشیں　　بیباک چنیں نہ زیر افلاک نشیں
زاں پیش کہ با خاک برابر گردی　　از تخت فرود آ و بر خاک نشیں

درد

ای بیخود غفلت بچہ فرزانہ شوی　　چشم پر آب ہمچو پیمانہ شوی
امروز ز افسانہ ترا خواب آمد　　فرداست کہ میخوابی و افسانہ شوی

درد

خلقی در جستجوی مال و جاہے　　جمعی تبلاش دلبر دلخواہے
ہر کس بخیال آرزوے دارد　　مائیم و تمناے دلِ آگاہے

ورد

تا پرده کشای عالم کیف و کیم — پیدا کن جلوهٔ حدوث قدمیم
از هستی ما فنا پذیر و صورت — مانند سراب نقشبند عدمیم

ورد

یک عمر گدائی از گردوں کردیم — وز کوری دل نظر بہر دوں کردیم
اکنوں کہ نمودہ ایم چشمے پیدا — مانند حباب کاسہ واژوں کردیم

ورد

سلطاں کہ بر اسباب ہوس می نازد — بر بال و پر خود چو مگس می نازد
درویش کہ بی نوای بی پروا ایست — بر خاطر بی نیاز بس می نازد

درد

ای حاصل تو زندگانی مردن　　تا چند پئی حیات فانی مردن
ای غره وهم خود پرستی مردی　　پیش از مردن اگر توانی مردن

درد

خون جگرت هنوز خوردن باقیست　　یعنی نفسے چند شمردن باقیست
از کشمکش هستی آفت بنیاد　　معلوم نجات تا که مردن باقیست

درد

صد حیف که جمله دوستداران رفتند　　زین دشت تمام شهسواران رفتند
اکنون من وا مانده چه سازم چه کنم　　ای درد کجا ایں همه یاران رفتند

درد

صد حیف ز چشم گلستانی رفته است　　در خاک ز حسن کاردانی رفته است
در دیدهٔ خلد نگاه مانند غبار　　از پیش نظر بسکه جهانی رفته است

درد

ساز سفری اکابر آراسته اند　　تا هم رکاب گرچپیں خواسته اند
ای درد تو هم برای تعظیم اکنوں　　برخیز که اهل بزم برخاسته اند

درد

گر خاطر تو شاد و گر غمگین ست　　اندیشه مکن که حال عالم این ست
احوال جهانیاں بیکصورت نیست　　یعنی که جهاں عبارت از تلوین ست

درد

خلقی بتلاش اینکه میباید خورد　　جمعی ساعی که توشهٔ باید برد
ای دردمنِ مرده دلِ ناکاره　　میمیرم ازین فکر که میباید مرد

درد

یکچند اگر خلق دگر خواند چه شد　　نام تو پس از تو بر زبان راند چه شد
بیش از افسانه نیست هستیٔ تو درد　　افسانهٔ گر نماند ور ماند چه شد

درد

شاهان که بر اوج خیمه آراسته اند　　مانند فلک شوکت ازان خواسته اند
شام و سحری چند درین گردون شکل　　چون مهر نشسته اند و برخاسته اند

درد

گر جان عِلم از نالہ برافراشت چہ شد　　در چشم ز اشک خرمن انباشت چہ شد
بر دل نگہے میکنم و حیرانم　　کاین آئینہ صورتی بخود داشت چہ شد

درد

آنکس کہ لباس عشق بر خویش گزید　　جز گریہ ز خویش و خندہ از یار ندید
دیدیم بہ باغ از سر ناز و نیاز　　بلبل نالید و گل بحالش خندید

درد

ای درد جوانی از کنارِ تو رمید　　پیری بسرت سفیدی آورد پدید
تا چند کنی زبان درازی چو شمع　　خاموشی بہ کہ صبح نزدیک رسید

درد

مردے باشی و پاس مروت نبود　　بر نالۂ درد آہ سروت نبود
افسوس بریں حالت بیدردی تو　　صد حیف دلے داری و دردت نبود

درد

بعد از من و تو زمانۂ خواہد ماند　　روز و شب و کارخانۂ خواہد ماند
بالفعل ہر انچہ نقد حالِ من و تست　　بہر دگراں فسانۂ خواہد ماند

درد

دہلی کہ خراب کردہ اکنوں دہرش　　جاری شدہ اشکہا بجای نہرش
بودست ایں شہر مثل روی خوباں　　چوں خطِ بتاں بود سوادِ شہرش

درد

ای درد توی چراغ کاشانهٔ دل　　روشن بود از چشم تو پیمانهٔ دل
تو خاک نشین و گوشه گیری جایت　　یا گوشهٔ خاطرست یا خانهٔ دل

درد

پر مضطربم طرفه بیانے دارم　　گه می طپم و گاه فغانے دارم
در مسلخ دهر همچو بسمل اے درد　　آرام کجاست تا که جانی دارم

درد

ای درد چو شمشیر اجل کرد دو نیم　　دیگر ز جهانیان چه امید و چه بیم
ما را چه خبر چو زین گلستان رفتیم　　در باغ سموم مے وزد یا که نسیم

درد

افسوس کہ شد صحبت احباب تباہ　　مائیم و غم جوانی و نالہ و آہ
پیری برہم نمود بزم عشرت　　ای شمع سحر دمید روی تو سیاہ

درد

ہر چند کہ پردہا دریدند ہمہ　　روئے بے پردگی ندیدند ہمہ
افسانۂ او کہ گوشہا پر کردہ　　در قصۂ ما و من شنیدند ہمہ

آزاد بلگرامی

با ہر کہ دوستی خود اظہار میکنم　　خوابیدہ دشمنیست کہ بیدار می کنم
از بسکہ در زمانہ یکے اہل درد نیست　　اظہار دردِ خویش بہ دیوار می کنم

آزاد بلگرامی

ای خواجه مکن تا بتوانی طلبِ علم کاندر طلبِ وزی هر روزه بمانی
رو مسخرگی پیشه کن و مطربی آموز تا دادِ خود از کهتر و مهتر بستانی

آزاد بلگرامی

کس را خبری نیست چه آید فردا نیرنگیِ قدرت چه نماید فردا
نومید مشو ز مژدهٔ عالمِ غیب شب حامله ست تا چه زاید فردا

غالب دهلوی

ای آنکه ترا سعی بدرمانِ من ست منعم مکن از باده که نقصانِ من ست
حیفست که بعدِ من بمیراث رود این یک دو سه خُم که در شبستانِ من ست

غالب دہلوی

در بزم نشاط خستگاں را چہ نشاط — از عربدہ پای بستگاں را چہ نشاط
گر ابر شرابِ ناب بارد غالب — ما جام و سبو شکستگاں را چہ نشاط

غالب دہلوی

در باغِ مراد ما ز بیدادِ تگرگ — نی نخل بجای ماند نے شاخ نہ برگ
چوں خانہ خرابست چہ نالیم ز سیل — چوں زیست وبالست چہ ترسیم ز مرگ

غالب دہلوی

ہر چند تواں ببیر و سامان بودن — بازیچۂ خوی زشت نتوان بودن
باللہ کہ زد شنہ بر جگر سخت تر ست — از کردۂ خویشتن پشیماں بودن

غالب دہلوی

بازی خور روزگار بودم ہمہ عمر — از بخت امیدوار بودم ہمہ عمر
ہمسایہ بفکر سود ماندم ہمہ جا — بے وعدہ در انتظار بودم ہمہ عمر

غالب دہلوی

باید کہ دلت ز غصہ درہم نشود — از رفتنِ زر دستخوش غم نشود
ایں سیم و زر ست خواجہ ایں سیم و زر ست — غم نیست کہ ہر چند خوری کم نشود

غالب دہلوی

تا چند بہ ہنگامہ سلامت باشی — تا چند ستمکشِ اقامت باشی
گفتی کہ نباشد عجبِ غم را سحری — حیفست کہ منکرِ قیامت باشی

غالب دہلوی

ای تیرہ زمیں کہ بودۂ بستر من　　ہر خاک کہ باتست ہمہ بر سر من
زر بہر کساں و بہر من دانہ و دام　　ای مادر دیگراں و ما و نِدر من

غنی

ہوش ست کہ سرمایۂ صد دردسر ست　　فارغ بال آنکہ از جہاں بیخبر ست
در بیضہ نمی کنند مرغاں فریاد　　ہر چند کہ بیضہ از قفس تنگ تر ست

غنی

تا چرخ فلک چو آسیا ہست بگرد　　چوں صبح نداریم غذا جز دم سرد
ما کاسہ نداریم کہ دریوزہ کنیم　　دریوزہ برائے کاسہ می باید کرد

ذرّہ اکبرآبادی

گر ما بگذشت و این دلِ زار ہماں سر ما بگذشت و این دلِ زار ہماں
القصہ ہزار گرم و سردِ عالم بر ما بگذشت و این دلِ زار ہماں

ابن یمین

سیہ بادروی سپہر کبود کہ با کینہ جفت ست و با ہر طاق
بہ عیسیٰ مریم خرے میدہد بکودن ہمی میدہد صد براق

آزاد بلگرامی

گر یار کہ نالہ می کند وقت گری دانی غرضش چیست ازیں نوحہ گری
یعنے کہ گری گری شود عمرِ تو کم پیمانۂ عمر پر شود تا نگری

رضی ارتیمانی

اے دل۔ شادی بہ سوز ماتم اینست　　بیگانۂ عالم غمی۔ غم این است
دوزخ بہ مکافاتِ تو درماندہ و تو　　جنت طلبی چرا؟ جہنم این است

سحابی استرآبادی

تا گردش چرخ و دورِ مہ می باشد　　بس روز بد و حال بتر می باشد
جویائے صفائی بکدورت درساز　　روشنگر را دستِ سیہ می باشد

سحابی استرآبادی

صاحب نظرِ عشق کہ عالی گہر است　　آراگہش ز ہر دو عالم بدر است
عز و نیاز اہل دنیاست ہمہ　　قدرِ کہ و جَو ز کثرتِ گاؤ خر است

سحابی استرآبادی

ہر کس باشد روی بہ ہر جا دارد　　او صورت حال خود تمنا دارد
بے مغزاں را سوی خود می خواند　　کوسِ شاہی کایں ہمہ غوغا دارد

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

سر رشتۂ ننگ و نام در کف دارند　　ایں مقتدیان امام در کف دارند
منگر بہ لباس دلق پوشاں کایشاں　　از دانۂ سبحہ دام در کف دارند

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

دنیاست ہمہ سراب آثار غلط　　ایں نقش و نگار ہست صد بار غلط
مطلب مَطلب ز کارگاہِ عالم　　کایں نسخۂ خوش خط ست بسیار غلط

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

از دہر اگر دست دہد چشم بہ بند تا چشمت اجل نبند کند چشم بہ بند
گر سفلہ رسد بجاہ۔ بگریز از و چوں گرد بر آسمان رود چشم بہ بند

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بگوشم آمد از خاکِ مزارے کہ در زیر زمیں ہم می تواں زیست
نفس دارد ولیکن جاں ندارد کسے کو بر مرادِ دیگراں زیست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

میانِ لالہ و گل آشیاں گیر ز مرغِ نغمہ خوانِ درسِ فغاں گیر
اگر از ناتوانی گشتۂ پیر نصیبے از شبابِ ایں جہاں گیر

ڈاکٹر سر محمد اقبال

قبائے زندگانی چاک تا کے — چو موراں آشیاں در خاک تا کے
بہ پرواز آ و شاہینی بیاموز — تلاشِ دانہ در خاشاک تا کے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

زمین خاکِ درِ میخانۂ ما — فلک یک گردشِ پیمانۂ ما
حدیثِ سوز و سازِ ما دراز است — جہاں بیاچۂ افسانۂ ما

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سکندر رفت و شمشیر و عَلَم رفت — خراجِ شہر و گنجِ کان و یَم رفت
اُمم را از شہاں پائندہ تر داں — نمی بینی کہ ایراں ماند و جم رفت

عشق حقیقی

مولانا جلال الدین رومی

ایں مستیٔ من زبادۂ حمرا نیست　　ایں بادہ بجز در قدحِ سودا نیست

تو آمدۂ کہ بادۂ من ریزی　　من آں مستم کہ بادہ ام پیدا نیست

مولانا جلال الدین رومی

در مذہبِ عاشقاں قرارِ دگر است　　ویں بادۂ ناب را خمارِ دگر است

ہر علم کہ در مدرسہ حاصل گردد　　کارِ دگر است و عشق کارِ دگر است

مولانا جلال الدین رومی

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست تا کرد مرا خالی و پر کرد ز دوست
اجزائے وجودم همگی دوست گرفت نایست ز من بمن و باقی همه اوست

مولانا جلال الدین رومی

انصاف بده که عشق نیکو کار است زانست خلل که طبع بد کردار است
تو شهوتِ خویش را لقب عشق نهی از شهوت تا عشق ره بسیار است

مولانا جلال الدین رومی

دستت دو و پایت دو و چشمت دو رواست اما دل و معشوق و تمائیش خطاست
معشوقه بهانه است و معشوق خداست آنکس که دو پنداشت جهود و ترساست

مولانا جلال الدین رومی

آن یار کشید باز دستم امروز　　از دست شدم دست گسستم امروز
یک مست نیم هزار مستم امروز　　دیوانه و دیوانه پرستم امروز

مولانا جلال الدین رومی

من دوش بخواب دیده بودم قمری　　زهره صفتے عجائبے سیمبرے
امروز بگردِ هر درے می گردم　　کز یارکِ دوشینه که دارد خبرے

خواجه عبد الله انصاری

مست توام از جرعه و جام آزادم　　مرغ توام از دانه و دام آزادم
مقصود من از کعبه و بت خانه توئی　　ورنه من ازیں هر دو مقام آزادم

خواجہ عبداللہ انصاری

یارب! از تو آں مِن گدا میخواہم　　افزوں ز ہزار پادشا میخواہم
ہر کس ز درِ تو حاجتی میخواہد　　من آمدہ ام از تو ترا میخواہم

ابو سعید مہنہ

اے روے تو مہرِ عالم آرائے ہمہ　　وصل تو شب و روز تمنائے ہمہ
گر باد گراں بہ زمنی وائے بمن　　ور باہمہ کس ہمچو منی وائے ہمہ

ابو سعید مہنہ

از بادِ صبا دلم چو بوئے تو گرفت　　بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت
اکنوں ز منش ہیچ نمی آید یاد　　بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

ابوسعید مهنه

شب خیز که عاشقان بشب راز کنند گرد در و بام دوست پرواز کنند
هر جا که دری بود به شب بر بندند الّا در دوست را که شب باز کنند

ابوسعید مهنه

ای عشق! به درد تو سری میباید صید تو زمن قوی تری میباید
من مرغ بیک شعله کبابم بگذار کاین آتش را سمندری میباید

ابوسعید مهنه

زان پیش که طاق چرخ اعلی زده اند دین بارگه سپهر مینا زده اند
ما در عدم آباد ازل خوش خفته بی مارقم عشق تو برما زده اند

ابوسعید مهنه

جسم همه اشک گشت و چشم مگر بیست — در عشق تو بی جسم همی باید زیست
از من اثری نمانده این عشق از چیست — چون من همه معشوق شدم عاشق کیست

ابوسعید مهنه

راهِ تو بهر قدم که پویند خوش است — وصلِ تو بهر سبب که جویند خوش است
روی تو بهر دیده که بینند نکوست — نامِ تو بهر زبان که گویند خوش است

ابوسعید مهنه

غازی بره شهادت اندر تک و پوست — غافل که شهید عشق فاضل تر ازوست
در روزِ قیامت این بدان کی ماند — کاین کشته دشمن است و آن کشته دوست

ابوسعید مهنه

مردانِ رهش میل به هستی نکنند　　خودبینی و خویشتن پرستی نکنند
آنجا که مجردانِ حق می نوشند　　خم خانه تهی کنند و مستی نکنند

ابوسعید مهنه

ای آنکه دوای دردمندان دانی　　درمان و علاج مستمندان دانی
احوالِ دل خویش چه گویم با تو　　ناگفته تو خود هزار چندان دانی

ابوسعید مهنه

در حضرت ما دوستیٔ یکدله کن　　هر چیز که غیر ماست آنرا له کن
یک صبح با خلاص بیا بر درِ من　　گر کار تو بر نیاید آنگه گله کن

ابوسعید مهنه

ای در دلِ من اصل تمنا همه تو وی در سرِ من مایهٔ سودا همه تو
هر چند به روزگار در می نگرم امروز همه توئی و فردا همه تو

ابوسعید مهنه

عودم چو نبود چوب بید آوردم روی سیه و موی سفید آوردم
خود فرمودهٔ آنکه ناامیدی کفرست فرمان تو برم و امید آوردم

ابوسعید مهنه

من کیستم آتش بدل افروخته در خرمن عشق دانه اندوخته
در راه وفا چو شمع آتش زده ام شاید که رسم به صحبتِ سوخته

ابوسعید مهنه

دیرست که تیر فقر را آماجم　　بر طارم افلاک فلاکت تاجم
یک شمه ز مفلسی خود برگویم　　چندانکه خدا غنی ست من محتاجم

ابوسعید مهنه

ساقی اگرم می ندهی می میرم　　ور ساغر من ز کف نهی می میرم
پیمانهٔ هر که پُر شود می میرد　　پیمانه من چو پُر تهی می میرم

ابوسعید مهنه

در دیر شدم ما حضری آوردند　　یعنی ز شراب ساغری آوردند
کیفیت او مرا ز خود بی خود کرد　　بردند مرا دیگری آوردند

ابوسعید مهنه

دل جز رهِ عشق تو نپوید هرگز جز محنت و درد تو نجوید هرگز
صحرای دلم عشق تو شورستان کرد تا مهر کسے در او نروید هرگز

ابوسعید مهنه

پرسید یکی منزل آن مهر گسل گفتم که دلِ منست او را منزل
گفتا که دلت کجاست گفتم بر او پرسید که او کجاست گفتم در دل

ابوسعید مهنه

دردی داریم و سینهٔ بریانی عشقے داریم و دیدهٔ گریانی
عشقی و چه عشق عشقِ عالم سوزی دردی و چه درد دردِ بیدرمانی

سجابی استرآبادی

اے در دلِ ہر ذرہ از مہر تو شور — چشم خرد از تابِ جمالت شدہ کور
عشقت ز ازل تا بہ ابد ہمرہِ جاں — باقی ہمہ آشنا ولے تالبِ گور

سجابی استرآبادی

آنرا کہ ز ہر دو کون استغنا نیست — در بارگہ عشق مقدس جا نیست
ہر جا کہ نگس پردچہ بالا و چہ پست — جز شیفتہ و ربودہ حلوا نیست

سجابی استرآبادی

در یاری نیست ہرگز م کام و طرب — جز پاس دلِ یار کہ این است ادب
در عشق دوئی راہ ندارد یعنی — یا خاطرِ خویش یا دلِ دوست طلب

سجابی استرآبادی

بگرفته زبس عشق سراپائے مرا نگذاشته در خاطرِ من جائے مرا
امروز چناں پُر است ازاین دلِ تنگ کانجا نبود رہ غمِ فردائے مرا

سجابی استرآبادی

ہر یار! اگرچہ یار دیگر دارد یار ازلی اعتبار دیگر دارد
پر بر تن مرغ نیست بیکار یکے اما پر و بال کارِ دیگر دارد

سجابی استرآبادی

عاشق کہ نہ خانہ نہ دکانی دارد از عالم لامکاں نشانی دارد
از تن برمد دلے کہ او زندہ اوست در گور نخسپد آنکہ جانے دارد

سجابی استرآبادی

گر مرکبِ عشقِ نیکوان خواهی تاخت با سوختگی چو شمع میباید ساخت
دانی زچه شد شاهدِ هر بزمی شمع کآسایشِ جمع جُست و خود را درباخت

سجابی استرآبادی

عشق آمد و ساخت چابک و چست مرا وز عالمِ جسم و جان بُرون جست مرا
از چشمهٔ دیدِ آبِ حقیقت جوشید وز گردِ مجاز خوش فرو شست مرا

سجابی استرآبادی

از فرقِ سرم تا بقدم دیده شود روزی که جمالِ تو مرا دیده شود
در من نگری همه تنم جان گردد در تو نگرم همه دلم دیده شود

سحابی استرآبادی

دوشینه ز سوز گریه در تاب شدم　　چندانکه ز پای تا بسر آب شدم
دل از ستمِ تو سرگذشتی سر کرد　　آسوده چنان شدم که در خواب شدم

سحابی استرآبادی

ای عاشق و زاهد از تو بنالهٔ و آه　　نزدیک تو دور تر ترا حال تباه
کس نیست که از تو جان تواند برد　　این را به تغافل کشتی آنرا بنگاه

سحابی استرآبادی

عاشق شوی و ز ترکِ جان اندیشی　　در دی کنی و ز پاسبان اندیشی
دعوی محبت کنی اے دانشمند　　وانگه ز زیانِ این و آن اندیشی

سحابی استرآبادی

هر چند که از عشق برون نیست کسے — راه وصلش نیافت هر بوالهوسے
خورشید بهر طرف کشد دامن سیر — اما نرسد بدامنش دست کسے

جامی

با درد بساز چوں دواے تو منم — در کس منگر که آشنائے تو منم
گر بر سر کوی عشقِ ما کشته شوی — شکرانه بده که خونبهائے تو منم

جامی

از رنج کسی به گنجِ وصلت نرسید — ویں طرفه که بی رنج کس آں گنج ندید
هر کس که دوید گور نگرفت بدش — لیکن نگرفت گور جز آں که دوید

جامی

این عشقِ دو روزه را دلا باز گذار — کز عشقِ دو روزه برنمی آید کار
زان سان عشقی گزین که در روز شمار — بآن گیری قرار در دارِ قرار

جامی

غره مشو که مرکبِ مردان مرد را — در سنگلاخ بادیه پیها بریده اند
نومید هم مباش که رندان جرعه نوش — ناگه ببیک ترانه بمنزل رسیده اند

جامی

تا یکسر موی از تو هستی باقیست — آئین و کانِ خود پرستی باقیست
گفتی بت پندار شکستم رستم — آن بت که ز پندار پرستی باقیست

جامی

در صورتِ آب و گل عیان غیر تو کیست — در خلوتِ جان و دل نهان غیر تو کیست
گفتی که ز غیر من بپرداز دلت — ای جانِ جهان در دو جهان غیر تو کیست

جامی

دوشم سوی خویش خواند و منت نگذاشت — در چشم ترم نگاهِ حسرت نگذاشت
گفتم که مگر دردِ دلی عرض کنم — خلوت بمیان آمد و فرصت نگذاشت

جامی

مجنون بزبان حال دایم در دشت — لیلی گویان چون گرد بادی میگشت
می گشت همیشه بر زبانش لیلی — لیلی میگفت تا زبانش می گشت

جامی

آنرا که نه عاشق ست از یار چه حظ　　وانرا که نه مشتاق ز دیدار چه حظ

نابینا را چو چشم عالم بین نیست　　زالواں چه تمتع واز انوار چه حظ

جامی

چشمم که سرشک لاله گوں آورده　　بر هر مژه قطرهائے خوں آورده

نی نی به نظاره اش دل خوں شده ام　　از روزنِ دیده سر برون آورده

مومن یزدی

دل تخم هوای خلد و رضوان میکشت　　عشق آمد و جای آرزو هیچ نه هشت

مستغرق عشقِ آرزو سوز شدم　　دوزخ باشد کنون تمنای بهشت

مومن یزدی

ای عشق چه دلها که پریشان کردی　　سیلے که هزار خانه ویران کردی
ای شاه گذاشتے مسلم نه گدا　　پستی و بلندی همه یکسان کردی

حکیم قاآنی

دوشینه فتادم بر شش مست و خراب　　از نشاء عشق او نه از بادهٔ ناب
دانست که عاشقم ولے می پرسید　　این کیست کجائیست چرا خورده شراب

حکیم قاآنی

آراسته جنتے که این روی من ست　　افروخته دوزخی که این خوی من ست
شمشیر جهان سوز بهادر شه را　　دزدیده که این کمان ابروی من ست

حکیم قاآنی

تا قبلهٔ ابروی تو ای یار کج ست　　محرابِ دل و قبلهٔ احرار کج است
ما جانبِ قبلهٔ دگر رو نه کنیم　　او قبلهٔ ماست گرچه بسیار کج است

حکیم قاآنی

در میکده مست از مئے نابم کردند　　سرمست ز جرعهٔ شرابم کردند
ای دوست به چشمهای مستِ تو قسم　　جامی دو سه دادند و خرابم کردند

حکیم قاآنی

گر چرخ جفا کرد چه می باید کرد　　ور ترکِ وفا کرد چه می باید کرد
مینخواست دلم که بر نشان آید تیر　　چون تیر خطا کرد چه می باید کرد

حکیم قاآنی

بگزار کہ تا می خورم و مست شوم　　چون مست شوم بہ عشق پابست شوم
پابست شوم کُلّی از دست شوم　　از دست شوم نیست شوم ہست شوم

سرمد

باز آ باز آ ز فکر باطل باز آ　　از وہم و خیالِ خام اے دل باز آ
خوشنود مشو ز فکرِ دنیا ہرگز　　نے وصل نماید و نہ واصل باز آ

سرمد

سرمد غمِ عشق بوالہوس را ندہند　　سوزِ دلِ پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار　　ایں دولتِ سرمد ہمہ کس را ندہند

سرمد

سرمد- اگرش وفاست خود می آید ور آمدنش رواست خود می آید
بیهوده چرا در پئے او می گردی بنشین اگر او خداست خود می آید

سرمد

در مسلخ عشق جز نکو را نه کشند لاغر صفتان زشت خو را نه کشند
گر عاشقِ صادقی ز کشتن مگریز مُردار بود هر آنکه او را نه کشند

سرمد

سرمد- گله اختصار می باید کرد یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن به رضای دوست می باید داد یا قطع نظر ز یار می باید کرد

سرمد

در کوی مغاں موسم گل منزل کن　　خود را بدرِ حبوں بزن غافل کن
این خرقهٔ پشمینه که بارست و وبال　　از دوش بنه - فراغتے حاصل کن

سرمد

سرمد درِ دیں عجب شکستے کردی　　ایماں بفدای چشم مستے کردی
با عجز و نیاز جملهٔ نقدِ خود را　　رفتی و فدای بت پرستی کردی

سرمد

سرمد گلهٔ او نشد نکو شد که نه شد　　لب بیهده گو نشد نکو شد که نشد
منت کش دهر می شدی آخر کار　　کاریکه نکو نشد نکو شد که نشد

عرفی شیرازی

اے مرگ مرا زیار شرمندہ مکن　　نومیدم ازاں گوہر ارزندہ مکن
یار آید و جاں رود خدایا نفسے　　مہلت دہ و در قیامتم زندہ بکن

عرفی شیرازی

عرفی دم نزع ست و ہماں مستی تو　　آخر بچہ مایہ بار بر بستی تو
فرداست کہ دوست نقد فردوس بکف　　جویای متاعت و تہیدستی تو

عرفی شیرازی

تا کے گوئی کہ گوی اقبال کہ برد　　تا کے گوئی کہ ساغر عیش کہ خورد
اینہا چہ فسانہ است می باید گفت　　اینہا چہ بہانہ است می باید مرد

نعمت اللہ کرمانی

آب است کہ در شیشہ شرابش خوانند　　با گل چو قرین شود گلابش دانند
وز قید گل و مل چو مجرّد گردد　　اہل بصر بصیرت آبش دانند

نعمت اللہ کرمانی

رند آں باشد کہ میلِ ہستی نکند　　وز خویش گزشتہ خود پرستی نکند
در کوی خرابات مغاں رندانہ　　مے نوش کند مدام و مستی نکند

نعمت اللہ کرمانی

ہر بادہ کہ از ساغرِ اللہ دہند　　بے منت ساقی بسحرگاہ دہند
خواہی کہ کمال معرفت دریابی　　از خود بگذر تا بخودت راہ دہند

نعمت اللہ کرمانی

بلبل سخن از زبانِ گل میگوید　　مست است و حدیثِ جام و مُل میگوید
دریاب رموزِ نعمت اللہ که او　　جزو است و لے سخن ز کُل میگوید

نعمت اللہ کرمانی

تا داروی دردم سببِ درمان شد　　پستیم بلندی شد و کفر ایمان شد
جان و دل و تن هر سه حجابِ او بود　　تن دل شد و دل جان شد و جان جانان شد

نعمت اللہ کرمانی

دانستن علمِ دین شریعت باشد　　چون در عمل آوری طریقت باشد
گر علم و عمل جمع کنی با اخلاص　　از بهر رضای حق حقیقت باشد

نعمت‌الله کرمانی

ما عاشق رندیم ز طامات مپرس　　از ما بجز اسرار خرابات مپرس
از زاهد هشیار کرامات طلب　　مستیم ز ما کشف و کرامات مپرس

نعمت‌الله کرمانی

ما سوخته ایم و بارها سوخته ایم　　وین خرقهٔ پاره پاره را سوخته ایم
هر شعله کز آتش زنهٔ عشق جهد　　در ما گیرد از آنکه ما سوخته ایم

نعمت‌الله کرمانی

بالله بخدا که ما خدا میدانیم　　اسرار گدا و پادشا میدانیم
سر پوش نگنده ایم بر روی طبق　　ستر لیت دریں طبق که ما میدانیم

نعمت‌الله کرمانی

در ذات همه جلالِ او می‌بینم　　در حسن همه جمالِ او می‌بینم
بینم همه کائنات در حد کمال　　این نیز هم از کمال او می‌بینم

سلطان قاجار

در محضرِ دوست بینوائی خوشتر　　در خدمت بادشه گدائی خوشتر
چون کار نه بر وفقِ رضای من و تست　　تسلیم به قسمتِ خدائی خوشتر

سلطان قاجار

بے وصل تو مرگ از حیاتم خوشتر　　در هجر تو حنظل از نباتم خوشتر
زهرے که تو بخشی از حلاوتها به　　قیدے که تو خواهی از نجاتم خوشتر

سلطان قاجار

چندے زگناہ روسیہ بودم وشوم — یک چند مرا زہد و ورع گشت رسوم
تردید و تلوّن ندد و زنگی ست ولا — یا زنگی زنگ باش یا رومی روم

محمد غزالی

گفتم ولا تو چندیں برخوشتن چہ پیچی — با یک طبیب محرم ایں راز در میان نہ
گفتا کہ ہم طبیبے فرمودہ است با من — گر مہر یار داری صد مہر بر زبان نہ

مجدالدین بغدادی

فردا کہ شود مدتِ عالم کم و کاست — سرہا ہمہ از خاک بر آید چپ و راست
بیچارہ تنِ شہیدِ من غرقہ بخوں — از خاکِ سرِ کوی تو برخواہد خاست

مجدالدین بغدادی

از شبنم عشق خاکِ آدم گِل شد　　صد فتنه و شور در جهان حاصل شد
صد نشترِ عشق بر رگِ روح زدند　　یک قطره فرو چکید و نامش دل شد

خواجه معین الدین چشتی

عاشق همه دم فکر رخ دوست کند　　معشوق کرشمه که نیکوست کند
ما جرم و خطا کنیم او لطف و عطا　　هر کس چیزیکه لایقِ اوست کند

سلطان ولد

گر یک ورق از کتابِ ما برخوانی　　حیرانِ ابد شوی زهے حیرانی
در مکنفسی بدرسِ دل بنشینی　　استاد آنرا بدرس خود بنشانی

ابوالحسن بیگانه

دیوانگی از صبر و قرار اولیٰ تر بیگانگی از یار و دیار اولیٰ تر
اسبابِ دو کون عرضه کردم بر دل گفت اے بے درد! درد یار اولیٰ تر

وقوعی سمنانی

معشوقه وصالِ جاودانت ندهد ره جانب خویش رایگانت ندهد
بگذر ز حدیثِ وصل کاین پرده نشیں تا جاں ندهی ز خود نشانت ندهد

قاسم الانوار تبریزی

هر چند ترا از اهل ایماں دارم در معنی این مسئله برهاں دارم
گر عشقِ خدا نباشدت در دل و جاں من کافرم ار ترا مسلمان دارم

اهلی شیرازی

تا در تنِ ما خون بود اندر رگ و پوست از دوست نخواهیم مرادی بجز دوست
بستن به متاع این جهان دل نه نکوست کاینها همه فانی اند و باقی همه اوست

حقی خوانساری

دامانِ وصالِ دوست در چنگم بیں یکرو شده و یکدل و یکرنگم بیں
در هر دو جهان نگنجد و در دلِ من گنجیده فراخیٔ دلِ تنگم بیں

محمد سعید حکیم تنها

تا دل به رموزِ عشق محرم نشود یک ذره به غیر حاجتت کم نشود
یک جو به خدا محبتے پیدا کن تا میل به گندمت چو آدم نشود

محمد قاسم مشهدی

عشق است یکی نقطهٔ و عالم پرکار　　هر دائره را بود بریں نقطه مدار
در دائره مرکزِ محیط است یکی　　باشد ز محیط ره به مرکز بسیار

سعدالدین حموی

دل وقت سماع ره بدیدار برد　　جان ره به سرا پردهٔ اسرار برد
این نغمه چو مرکبیست و روح ترا　　بردارد و خوش به عالمِ یار برد

سعدالدین حموی

گر با غم عشق ساز گار آید دل　　بر مرکب آرزو سوار آید دل
گر دل نبود کجا وطن سازد عشق　　در عشق نباشد چه کار آید دل

شریف جرجانی

اے حسن! ترا بہر مقامے نامے — وے از تو بہر دل شدۂ پیغامے
کس نیست کہ نیست بہرہ ور از تو و لیک — اندر خود خود بہ جرعۂ یا جامے

عجم قلی بیگ ذوالقدر

در مذہب عشق شاہ و درویش یکیست — شیرینیٔ نوش و تلخیٔ نیش یکیست
در کفۂ میزان خرد بیش و کم است — آنجا کہ بود عشق کم و بیش یکیست

نقی کمرہ

در وادیٔ عشق جملہ ناز است و نیاز — طے میشود اینجا ہمہ اوضاع مجاز
ہر سوئے در آں کوی تو آن بر سجود — در کعبہ ز ہر جہت تواں کرد نماز

شاه بدخشانی

در مدرسه آنچه صحبتِ یاران است در صومعه آنچه برگزفتاران است
زانگاه که مهر تو گزیدم دیدم کایں ها همه کارهای بیکاران است

نشاط اصفهانی

فارغ زغمِ سود و زیانم کردی آسوده زمحنتِ جهانم کردی
اے عشق! ترا چه شکر گویم که چنانکه میخواستم آخر آنچنانم کردی

فیضی دکنی

برتن منفراکه نفس سرکش گردد برعقل متن که طبع ازاد خوش گردد
درآتشِ عشق سوز تا نار شوی پروانه غذای روحِ آتش گردد

ابوالوفا خوارزمی

من از تو جدا نبوده ام تا بودم　　این هست دلیلِ طالعِ مسعودم
در ذاتِ تو ناپدید از معدومم　　در نورِ تو ظاهرم اگر موجودم

اخگر کرمانی

مردان سوی عالم حقیقت راندند　　نامردان در بهانه جوی ماندند
یک نکته بگویمت گر از من شنوی　　آن بر دبه دوست ره که او را خواند

عنایت الله خان آشنا

کم ظرف ز عشق خرمن هستی سوخت　　پر حوصله نور زندگانی اندوخت
کاهید خرد ز عشق و افزود جنون　　از باد چراغ مرد و آتش افروخت

غزالی مشہدی

سلطان گوید کہ نقدِ گنجینۂ من　　صوفی گوید کہ دلقِ پشمینۂ من
عاشق گوید کہ داغِ دیرینۂ من　　من دانم و من کہ چیست در سینۂ من

سایر اردو بادی

کس در رہ عشق محرم راز نہ گشت　　سائر چو تو ہیچکس نہ پیمود این دشت
عاقل بہ کنار آب تا پل می جست　　دیوانہ پا برہنہ از آب گذشت

بھائی عاملی

تا از رہ و رسم عقل بیرون نشوی　　یک ذرّہ از انچہ ہستی افزون نشوی
یک لمعہ ز روی لیلیت بنمایم　　عاقل باشیم اگر تو مجنون نشوی

ابن یمین

هیچ دانی که در شکستنِ چوب　　از وجودش چرا طراق آمد
نزد اهلِ خرد ستوده بود　　کیں طراق از غمِ فراق آمد

حافظ شیرازی

من نبیذِ آں کسم که شوقے دارد　　بر گردنِ خود ز عشق طوقے دارد
تو لذتِ عشق و عاشقی کے دانی　　ایں بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد

حافظ شیرازی

عمری ز پئے وصالِ خوبانِ جہاں　　گردیدم و ایں تجربہ کردم آساں
یک راحت و صد ہزار محنت وصلت　　یک محنت و صد ہزار راحت ہجراں

شاہ سنجان خافی

جمعے بہ تشکند و قومے بہ یقیں یک قومِ دگر فتادہ اندر پئے دیں
ناگاہ منادئے برآید زکمیں کاے بے خبراں راہ نہ آنست و نہ ایں

فیض کاشانی

در پسِ پردۂ اسرار بسر می بردیم خفتہ بودیم و زہے ہای تو بیدار شدیم
شربتِ لعلِ لبت بود شفای دلِ ما بہ عبث ما زپئے نسخۂ عطار شدیم

فیض کاشانی

یا من بودی منت نمیدانستم یا من بودی منت نمیدانستم
چوں من شدم از میان ترا دانستم تا من بودی منت نمیدانستم

فیاض لاہجانی

وقت است کہ ترکِ پیر و استاد دہیم آموختہ ہا را ہمہ از یاد دہیم
یا جامِ مئے دو سالہ در میکدہ ہا ناموسِ ہزار سالہ بر باد دہیم

فدائی لاہجی

از دار بقا فتادہ در دارِ عذاب آدم ز پئے گندم و من بہرِ شراب
مرغانِ بہشتیم عجب نیست اگر او از پئے دانہ رفت ما از پئے آب

میر مختوم نشاپوری

در دائرۂ وجود موجود یکیست از کعبہ و از کنشت مقصود یکیست
بر صفحۂ کائنات خطّے ست بہ بیں کاے سالکِ رہ عابد و معبود یکیست

دلی دشت بیاضی

وصلِ تو بکام غیر دیدن مشکل — وز دیدنِ تو طمع بریدن مشکل
گفتی که بمیر تا بوصلم برسی — مردن آسان و لے رسیدن مشکل

والہ لکزی داغستانی

من زندہ بدوستم نمیرم ہرگز — مغزے بے پوستم نمیرم ہرگز
ہر کس کہ نہ اوست مردہ اش دان از ازل — من خود ہمہ اوستم نمیرم ہرگز

ہدایت طبرستانی

مارا ز جہاں جملہ لقای تو خوش است — ہم لطفِ تو ہم جور و جفای تو خوش است
ناخوش نبود از تو بجز ہجرت ہیچ — واں ہم چو دران بود رضای تو خوش است

هدایت طبرستانی

گه چرخ به بندد در و گه بگشاید گه دهر بکاهد زر و گه بفزاید
این آمدن و شدن نه در دست کسی ست بالله چه رود در رود چه آید آید

ملک شمس الدین کرت

با دشمنِ من دوست چو بسیار نشست با دوست نشایدم دگر بار نشست
پرهیز از آن عسل که با زهر آمیخت بگریز از آن کس که بر مار نشست

ابوسعید برغش شیرازی

ای دوست ز جمله نیک و بد بگذشتم کافر بودم کنون مسلمان گشتم
هر چیز که آن خلاف رای تو بود گر خود همه دین است از آن برگشتم

ابوالحسن خرقانی

آن دوست که دیدنش بیاراید چشم — بے دیدنش از گریه نیاساید چشم
ما را ز برای دیدنش باید چشم — گر دوست نه بیند بچکار آید چشم

ابوالفرح رونی

در عشقِ تو خوشدلی ز من بیزار است — رو شاد نشیں که بر مرادت کار است
تو کشتنِ من می طلبی ویں سہل است — من وصل تو می جویم و ایں دشوار است

اوحدالدین کرمانی

چشمے دارم ہمہ پُر از صورتِ دوست — ایں دیده مرا خوش است چوں دوست در اوست
از دیدۂ دوست فرق کردن نہ نکوست — یا اوست درونِ دیده یا دیدۂ خود اوست

اوحدالدین کرمانی

ای زندگئے من و توانم همه تو — جانی و دلی ای دل و جانم همه تو
تو هستئ من شدی از انی همه من — من نیست شدم در تو از انم همه تو

انوری ابیوردی

تا کے زغمِ تو رخ بخوں شوید دل — آزار و جفای تو بجان جوید دل
بخشای کز آسماں نمی بارد جاں — رحم آر که از زمیں نمی روید دل

جمال الدین اصفهانی

در راهِ دلم زعشق تو صد دام است — امید منِ سوخته دل بس خام است
آنرا که توئی یار چه بے یار کس است — وانرا که توئی دوست چه دشمن کام است

حمیدی بلخی

کے پست شود آنکه بلندش تو کنی　　شاداں بود آن دل که نژندش تو کنی
گردون سر افراشته صد بوسه دهد　　هر روز بداں پای که بندش تو کنی

هاتف اصفهانی

هاتف تو که جسم ناتوانی داری　　چون شمع بلب رسیده جانی داری
از داغ غم یار چه آمد بسرت　　تقریر بکن تو هم زبانی داری

طالعی

زاهد بصلاح و زهد خود می نازد　　عاشق بر دوست نقد جان می بازد
دارند امید نظر ایں هر دو زدوست　　تا دوست بسوی که نظر اندازد

فوقی یزدی

تا نیست نگردی رہ ہستت ندہند ویں مرتبہ با ہمتِ پستت ندہند
چوں شمع قرار سوختن تا ندہی سررشتۂ روشنی بدستت ندہند

منہی زواری

برخیز کہ ساقی و شرابت آمد واندر شب تیرہ آفتابت آمد
تو کرمِ شب افروز طلب می کردی خورشید بخانۂ خرابت آمد

زائر

از یار بہر طرف بہارے داریم ما ہیچ نبوده ایم و یارے داریم
پندارِ تو ہُم دوئی کرد خراب یعنے مائیم و کاروبارے داریم

صائب

صفای روی ترا از نقاب می بینم
به ماه می نگرم آفتاب می بینم

نژاد گوهر من از محیط یکسان ست
بیک نظر همه را چون حباب می بینم

میرزا جلال امیر

ای دل در تنگ عشقبازی تا کے
ای خونشده لاف نونیازی تا کے

بودن هدفِ تیر ملامت تا چند
بیچاره بخون خویش بازی تا کے

میرزا جلال امیر

میگریم و دیده غافل ست از زارم
می نالم و ناله نشنود آوازم

دیریست که زندانی دشتِ سفرم
عمریست که صیدِ قفسِ پروازم

قاسم

هرچند که در ملک خدا مستانیم　　املک جهان را بجوی نستانم
مرکب بسرِ کوی یقین می رانیم　　اسرار ازل تا به ابد می دانیم

قاسم

بسودای تو اندر دل دیوانه ماست　　هر جا که حدیثِ تست افسانه ماست
بیگانه که از تو گفت آن خویش من ست　　خویشی که نه از تو گفت بیگانه ماست

قاسم

دوشینه شبم دلِ حزینم بگرفت　　اندیشهٔ یارِ نازنینم بگرفت
گفتم به سرِ دیده روم بر درِ تو　　اشکم بدوید و آستینم بگرفت

قاسم

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم — خاکی شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی — از بہر تو میرم و برائے تو زیم

قاسم

مارطل مغانہ دوش بیباک زدیم — عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر کیے مغبچۂ می خوان — صد بار کلادِ توبہ بر خاک زدیم

نجشی

نجشی از فراغ بیرون ست — غم دل جز چراغِ دل نبود
دل فارغ نشانِ بیکاری ست — عاشقاں را فراغ دل نبود

بخشی

گر از خودئی خویش بروں آئی تو　　در پردهٔ توحید دروں آئی تو
ور از روشِ چون وچرا برگزری　　از خود شده بی چرا وچوں آئی تو

عمر خیام

خواهی ز فراق در فغاں دارمرا　　خواهی ز وصال شادماں دارمرا
من با تو نگویم که چساں دارمرا　　زانساں که دلِ تست چناں دارمرا

عمر خیام

این لعل گرانِ تو ز کانے دگرست　　وان دُرِ یگانه را نشانی دگرست
اندیشهٔ این و آن خیالِ من و تست　　افسانهٔ عشق را زبانی دگرست

عمر خیام

با هر بد و نیک راز نتوان گفتن　　دایم سخنی دراز نتوان گفتن
حالی دارم که شرح نتوانم داد　　رازی دارم که باز نتوان گفتن

عمر خیام

ای وای بر آن دل که در و سوزی نیست　　سودا زده مهر دل افروزی نیست
روزیکه تو بی باده بسر خواهی برد　　ضایع تر ازان روز ترا روزی نیست

عمر خیام

گویند بهشت حور عین خواهد بود　　وانجا می ناب و انگبین خواهد بود
گر مائی و معشوق پرستیم رواست　　چون عاقبت کار چنین خواهد بود

عمر خیام

گویند بحشر گفتگو خواهد بود　　واں یار عزیز تند خو خواهد بود
از خیر محض جز نکوئی ناید　　خوش باش که عاقبت نکو خواهد بود

عمر خیام

اسرار ازل باده پرستاں دانند　　قدرِ مئے و جام تنگدستاں دانند
گر چشم تو حال من بداند چه عجب　　شک نیست که حالِ مستاں دانند

عمر خیام

خشت سرِ خم ز مملکتِ جم بهتر　　بوی قدح از غذای مریم بهتر
آهِ سحرے ز سینهٔ خماری　　از نالهٔ بوسعید و ادهم بهتر

عمر خیام

با یار چو آرمیده باشی همه عمر　　خوابی باشد که دیده باشی همه عمر
هم آخر عمر رحلتت باید کرد　　لذات جهان چشیده باشی همه عمر

عمر خیام

ای بر همه سروران عالم فیروز　　دانی که چه وقت مے بود روح افروز
یکشنبه و دوشنبه و سه شنبه و چار　　پنجشنبه و آدینه و شنبه شب و روز

عمر خیام

ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم　　وین یک دم نقد را غنیمت شمریم
بے حکمش نیست هر گناهی که مراست　　پس ما غم آینده بهر چه بخوریم

عمر خیام

ہاں تا بخرابات خروشے نزنیم　　بر میکدہ بگذریم و نوشے نزنیم
دستار و کتاب را فروشیم بمے　　بر مدرسہ بگذریم و جوشے نزنیم

عمر خیام

آں بہ کہ ز جام و بادہ دل شاد کنیم　　وز آمدہ و گذشتہ کم یاد کنیم
ایں عاریتے روانِ زندانی را　　یک لحظہ ز بندِ عقل آزاد کنیم

عمر خیام

مسکیں دل دردمند دیوانۂ من　　ہشیار نشد ز عشق جانانۂ من
روزیکہ شرابِ عاشقی می دادند　　در خونِ جگر زدند پیمانۂ من

عمر خیام

ای دیده بیا لقائے منظور ببین　　آن جبهه و آن جمال و آن نور ببین
در وادی ایمنِ محبت بگذر　　هم موسیٰ و هم درخت و هم طور ببین

عمر خیام

ای آنکه توئی حیات جانِ جانم　　در وصف تو گرچه عاجز و حیرانم
بینائی چشم من توئی می بینم　　دانائی عقل من توئی می دانم

محمود

گر عشق نبودے و غم عشق نبودی　　چندیں سخن خوب که گفتی که شنودی
در باد نبودی سرِ زلف که ربودی　　رخسارهٔ معشوق بعاشق که نمودی

هلالی

هرگه که مُی عشق بجامش کردند — از دُردئی درد تلخکامش کردند
گویا همه غمهائے جهان دریکجا — جمع آمده بود عشق نامش کردند

راهب

راهب بمن آن ستیزه خویا رنشد — وز نالهٔ من دلش خبردار نشد
آمد بسرِ رحم پس از مردن من — تا دیده نخفت بخت بیدار نشد

ابو سلهک گرگانی

خونِ خود را گر بریزی بر زمین — به که آب روی ریزی در کنار
بت پرستیدن به از مردم پرست — پند گیر و کار بند و گوش دار

فرخی

تا در طلب دوست همی بشتابم　　عمرم بگران رسید و من درخوابم
گیرم که وصال دوست درخواهم یافت　　این عمر گزشته را کجا دریابم

فرخی

هر کس که رخ تو دید حیران ماند　　وز لعل لبِ تو لب بدندان ماند
آن کس که سرِ زلف پریشان تو دید　　کافر باشم اگر مسلمان ماند

علاء الدین اوجندی

ای آنکه بزلف شام و از رخ سحری　　مانند سحر کنی مرا پرده دری
تو طعنه زنی به مفلسیهای مرا　　ما مفلس از آنیم که تو سیمبری

نساخ

ای نورِ مجسم چو رختِ پرنور ست　　از جلوهٔ نور تو جهان معمور ست
شد گردِ رهت سرمهٔ چشمِ خورشید　　هر سنگِ رهت غیرتِ کوه طور ست

نساخ

سودائی آن چشمِ سیه کیست که نیست　　آشفتهٔ مژگان و نگه کیست که نیست
نساخ بزیرِ چرخ مانند کتان　　دل چاک ازان روی چو مه کیست که نیست

نساخ

این قصهٔ درد و غم نمی باید گفت　　این حالت پر الم نمی باید گفت
با غیر چه حاجت ست گفتن ز فراق　　نساخ بیار هم نمی باید گفت

نساخ

در سینه من کینه ندیدست کسے　　آئینه نما سینه ندیدست کسے
جز پرتو حسنش که بدل می بینم　　خورشید در آئینه ندیدست کسے

اسکندر

ای دل ز شراب وصل بیهوش مشو　　وز بادهٔ قرب مست و مدهوش مشو
هر چند ز دوست بیشتر بینی ناز　　در عرض نیاز کوش و خاموش مشو

صدر

آن نیست رهِ وصل که انگاشته ایم　　وان نیست جهانِ جاں که پنداشته ایم
آن چشمه که خورد خضر از و آبِ بقا　　در خانهٔ ماست لیک ناپاشته ایم

قاضی عبداللہ

در مملکتِ وجود فرماں از تست — درمان دلِ بے سر و ساماں از تست
مارا بدوائی دردِ دل کار نمی نیست — دل از تو و درد از تو و درماں از تست

عزیز کاشی

ای دوست میان ما جدائی تا کے — چون امن تو ام این من و مائی تا کے
با غیرت تو مجال غیر تو نماند — پس در نظر این غیر نمائی تا کے

فائض

فائض سخنِ راست زما باور کن — مژگان بندامتِ گناہی تر کن
پروانہ شبی بخواب ما آمدہ گفت — شب رفتہ چہ مردۂ چراغی بر کن

متین اصفهانی

بگذار طلب به تخت شاهی بنشین — در سایهٔ رحمتِ الٰهی به نشین
خلوت نبود گوشه نشینی تنها — بنخود شود هر کجا که خواهی بنشین

نامی

در مذهبِ ما جمله یکسان می باش — در دائرهٔ کفر ایمان می باش
این ست طریق عشق جانانهٔ ما — زنار بگردن و مسلمان می باش

شیخ نظام الدین گنجوی

گه دیده بدیدنِ جمالِ تو خوش ست — گاهی دلِ مسکین بخیالِ تو خوش ست
هیچ از تو بجز فراقِ تو ناخوش نیست — آن نیز بامیدِ وصالِ تو خوش ست

ملا حیائی گیلانی

با آه خوشم که آشنای دلِ ماست　　با ناله که آنهم از برای دل ماست
با گفت و شنید درد و غم نیز خوشم　　کان کهنه حدیث ما جرای دل ماست

حضرت شاه نعمت اللہ ولی

چون یوسف باغ در چمن می آید　　بوی ز زلیخا سوی من می آید
یعقوب دلم نعره زنان می گوید　　فریاد که بوی پیرهن می آید

ابو الفوارس شاه شجاع مقفری

جان در طلب وصل تو شیدائی شد　　دل در خم گیسوی تو سودائی شد
اندر طلب وصال تو گرد جهان　　بیچاره دلم بگشت و هرجائی شد

سلطان بایزید

از واقعهٔ ترا خبر خواهم کرد وان ابد و حرف مختصر خواهم کرد
با عشق تو در خاک فرو خواهم شد با شوق تو سر ز خاک بر خواهم کرد

عبدالرحیم خانخانان

دل چیست که در سر وفایت نشود جان کیست که کیشهٔ جفایت نشود
برگردم ازان دین که بغارت نبری بیزارم ازان جان که فدایت نشود

عبدالرحیم خانخانان

میرفت و ز دیده اشکباران میکرد گریان گریان وداع یاران میکرد
آنجا ز وصال مرده را جان میداد اینجا ز فراق زنده بیجان میکرد

علی قلی خان والہ

چشمان تو ترک می پرستی نکنند　　اندیشہ ز خوں ریزی و مستی نکنند
کوتاہیِ زلف از خدا خواستہ ام　　تا اہل ہوس دراز دستی نکنند

علی قلی خان والہ

چشمت بفسوں شکارہا خواہد کرد　　بسمل بہ یکے ہزارہا خواہد کرد
ابروی تو خوں عالمی خواہد ریخت　　ایں تیغ برہنہ کارہا خواہد کرد

بیرم خان خانخاناں

تا کی صنما یار تو اغیار شود　　در بند جدائی چو منِ زار شود
ہر کس کہ مرا از تو جدا می خواہد　　یارب بہ بلائی بد گرفتار شود

قزلباش خان مرحوم

در محفل ناز یارها منتظر اند در باغ گل و هزارها منتظر اند
ای درد بدار دست از پای امید در کوچهٔ یار خارها منتظر اند

فرید الدین احوال سنفرائی

دل را به کرشمه چشم او نبده کند جان را لب او عاشق یک خنده کند
این طرفه که هر کرا کشد از غمزه بازش یکی بوسه زلب زنده کند

مُلا حسین نزدی

در صفحهٔ دهر آیتِ عشق نماند در هیچ زبان شکایت عشق نماند
تا گرم کند فسردهٔ را بدمے یک سوخته در ولایتِ عشق نماند

ملا حسین یزدی

آنرا بکمال سرفرازے دادند وین را بو فور مال بازی دادند
ما را کہ بدریوزۂ دیدار شدیم عاشق کردند و بے نیازی دادند

محمد قلی سلیم

صبح ست و نوای بلبلے می آید زاں طرہ نسیم سنبلے می آید
ہمچو مژہ در دیدۂ ما جا دارد خاری کہ از و بوی گلی می آید

مولانا ناتونی

زاہد ز غم زمانہ محزون و فگار ما از غم یار ایں چنیں زار و نزار
شک نیست کہ ہر دو را کشد آخر کار او را غم روزگار و ما را غم یار

ملائک قمی

مائیم و دلی و سوز آں مایۂ ناز　　چشمی گریاں و شعلۂ آہ و نیاز
یک قطرۂ خوں و اینہمہ درد درو　　مشتے خاشاک و ایں ہمہ سوز و گداز

کمال الدین اسمعیل

گر جاں خواہد ز من ہمہ جاں و ہمش　　در عمر گرامی طلبد آں و ہمش
چیزیکہ جہاں ز من نخواہد ستدن　　آں بہ کہ بدست خود بداماں و ہمش

مجذوب

روزیکہ رسے بپرسش ایں دل ریش　　جانی کہ تو دادۂ کنم تحفۂ خویش
شاہے کہ بکلبۂ گدائے گذرد　　از مال خودش ما حضر آرند بہ پیش

عطار

گر قلب نبرد بایدت اینک دل در عاشق فرد بایدت اینک دل
گر کعبهٔ شوق بایدت اینک جان در قبلهٔ درد بایدت اینک دل

عطار

جانان نظری بر دل درویشم کن یا چارهٔ جان چاره اندیشم کن
این میدانم که خاک می بایدشد گر خاک کنی خاکرهٔ خویشم کن

شیخ مغربی

ای مهر رخ تو مهر گنجینهٔ دل گنجی ست نهان عشق تو در سینهٔ دل
جز عشق تو نیست یار دیرینهٔ جان جز درد تو نیست یار دیرینهٔ دل

حکیم سنائی

دل سوختهٔ جمال او می بینم　　جان شیفتهٔ وصال او می بینم
چندان که درین دایره بر می گردم　　نقصان خود و کمال او می بینم

شیخ سعدی شیرازی

آن دوست که دیدنش بیار آمد چشم　　بے دیدنش از گریه نیاساید چشم
مارا ز برائے دیدنش باید چشم　　در روے دوست نه بینم بچه کار آید چشم

شیخ سعدی شیرازی

کردیم بسے جام لبالب خالی　　تا بوکه نهیم لب بران لب خالی
ترسیده ازینیم که ناگاه زجان　　بی وصل لبت کنیم قالب خالی

جمال الدین عبد الرزاق

بی دیدن دوست دیدگانرا چه کنم — چون نیست امید وصل جانرا چه کنم
جانم ز برائے وصل او می بابیست — بی جانِ جہاں جانِ جہانرا چه کنم

لطف علی بیگ سامی چرکس

گه بیخود و گه خراب و گه مست دلم — گه بیهده گرد دگاه پابست دلم
آن روز که هر کس ز کسے داد زند — فریاد زنم که داد از دستِ دلم

عین القضاۃ همدانی

از دامن دوست دست کوتاه مکن — ور تیر زند بر جگرت آه مکن
یک لحظه زیادِ دوست غافل منشین — او خواه ز تو یاد کن و خواه مکن

امیر خسرو دہلوی

از عشق کہ کردا ے دل ابلہ توبہ تا من کنم از جمال آں مہ توبہ
شب تیرہ دمی روشن و مخلص حاصل او حاضر و من عاشق و آنگہ توبہ

شیخ عماد الدین فضل اللہ

در حضرت دوست تحفہ جاں نبری در دت چو دہند نام درماں نبری
بیداد ز درد دوست نالاں گشتی خاموش کہ عرض دردمنداں نبری

میر شوقی یزدی

شوقی غم عشق دلستانی دارے گر پیر شدی غم جوانی داری
شمشیر کشیدہ قصد جانہا دارد خود را برساں تو نیز جانی داری

حاجی محمد جان قدسی

خوشنود بمژدهٔ وصالم کردی ناآمده مشتاق جمالم کردی
وصلِ چو توی مرا نیاید باور دیوانهٔ سودای خیالم کردی

مولانا ایزدی یزدی

ای ساقی بادهٔ محبت جامے وی قاصد غمزهٔ نهان پیامے
تا کی هدفِ تیر تغافل باشم قهری لطفی بتی دشنامے

طالب آملی

برقِ نفسم خرمنِ افلاک بسوخت اشکم دامان لاله در خاک بسوخت
سرزد ز دلم آهے که ز گرمی آں کیفیتِ باده در رگِ تاک بسوخت

طالب آملی

در سینه نفس یوسف زندان غمست در دیده نگاه پیرکنعان غمست
اینک چوں لاله در بیابانِ دلم هر پارهٔ دل بر سر پیکان غمست

طالب آملی

شبها که به بزم دوست پیمانه کشم وز روزن سینه آه مستانه کشم
تا شمع رخش غیر نه بیند هردم خاکسترِ دل بچشم پروانه کشم

طالب آملی

در وادی عشق مست ومجنوں میرو هرگام بصد دجله وجیحوں میرو
ایں بادیه را نشان پائے بنود منزل منزل بر اثر خوں میرو

طالب آملی

عاشق لب دل بعیش خندان نکند　　سوز دز ملال و یاد نسیان نکند
صد گلشن اگر به تحفه آرند برش　　غیر از گل اشک خود بدامان نکند

طالب آملی

آنم که زیان گر طلبم سود شود　　بر شعله اگر روی نهم دود شود
گر مرهم داغ خود به دریا فگنم　　ماهی بته آب نمک سود شود

طالب آملی

در گریه نمک سود کنم پاره دل　　الماس برون دهم ز فواره دل
زان گونه سیه دلم که گر بنگارافتد　　در دیده کشم سرمه نظاره دل

گرامی پنجابی

مازمزمہ سنج گلشن لاہوتیم　　افتادہ بدام فتنۂ ناسوتیم
نے عقل نہ عشق نے تصرف نہ اثر　　پیچیدہ بخویش مردہ در تابوتیم

آزاد بلگرامی

اے گل ہر چند خالی از رنگ نۂ　　آخر تو ہماں غنچۂ دلتنگ نۂ
اے شیشہ مزن لاف نزاکت امروز　　انصاف کن آخر تو ہماں سنگ نۂ

آزاد بلگرامی

عشق است کہ ہموارہ نمایاں ماند　　با وصف ہزار جامہ عریاں ماند
پوشیدن عشق نیست در دل ممکن　　بر تخت جلوس شاہ پنہاں ماند

درد

هرچند نشد دل ز حقیقت آگاه پای طلبش هست همان بر سر راه
یارب تو ز خود نشان دهی یا ندهی ما ئیم و همین نام تو الله الله

درد

کیفیت چشم تو نخاطر جا کرد مستغنیم از کشمکش صهبا کرد
بر دل چو نظر فتاد از خود رفتم این شیشه مگر نشاری پیدا کرد

درد

ای درد چگویم ار چه گویم با تو خود بیخبرم خبر چگویم با تو
او باطن محض گشته از فرط حضور ظاهر تر ازین دگر چگویم با تو

درد

آن جلوه که از طاق شعورم افگند　　بر خرمن هوش برق طورم افگند
تا پردهٔ راز از قربیت نه درد　　نزدیک شد آنقدر که دورم افگند

درد

درد آنکه از و گرمیِ صد محفل بود　　روزی دو سه زین پیش درین منزل بود
رو بر سر تربتش بجانِ آگاه　　کیں مشت غبار در زمانی دل بود

درد

آن جلوه بدیده یار خواهد گردید　　رازش همه آشکار خواهد گردید
تا آئینه ایم و خود پرست نگاه　　ناچار بما دو چار خواهد گردید

درد

جاہل طبعیم گرچہ باعرفانیم　　طفلیم ہنوز گو مطوّل خوانیم
حرفی از ما گر نباید پرسید　　ما میدانیم انچہ ما می دانیم

درد

امروز کہ وا کرد ز رخ یار نقاب　　در پردۂ بے پردگی آمد بحجاب
از ہجر و وصال او چگویم کہ مرا　　دریاد مشت و مشت خالی چو حباب

درد

گرم سفرم ز منزلی می گویم　　افسانۂ شوق محملے می گویم
ایں قافلہ مستِ مئی بیدردی من　　بانگ جرسم دردِ دلی می گویم

درد

فریاد که حسن بی حجاب اورا　　در پرده نهفت پرده کوری ما
صد جلوه نمود یار و ما بیخبران　　افسوس نداشتیم چشم بینا

درد

ای آنکه همیشه در خیالِ اوئی　　یا طالبِ دولتِ وصالِ اوئی
از خود طلب آن همه کمال اورا　　چو آئینه منظرِ جمالِ اوئی

درد

هر چند که صافیم کدورت اثریم　　محویم ولی همان پریشان نظریم
یعنی که بغفلت کدهٔ خلق اندر　　چون آئینه چشم باز و ما بیخبریم

درد

گه رنگ طرب بخاطر آمیخته ست　　گه گرد ملال سر بسر انگیخته ست
حیرت زدهٔ طلسم هستی شده ایم　　کایں بحر چه موجها برانگیخته ست

درد

در رنج و بلا قدم بہ ماتم نہ زنی　　آئین رضا و صبر برہم نہ زنی
روشن ز تو بزم بندگی چون شمع ست　　هر چند کہ سوزند ترا دم نہ زنی

درد

تا چند ز فوت مدعا رنجیدن　　دکان هوس بہ جهل بر خود چیدن
تا چشم کشاده است چون آئینه ات　　در پیش آید هر انچه باید دیدن

ورد

آن دم که کشاید درِ بخشش غفار آید همه اسرار نهان در اظهار
از راه معیتی که دارد با ما ما را ز جمال اوست چشم دیدار

ورد

شو عاشق و در خود طلبی پیدا کن یعنی پی وصلش سببی پیدا کن
خورشید ندارد ز کسی جلوه دریغ ای ذرّه برو تاب و بتی پیدا کن

ورد

در عشق نه مرد خود پرستی باید وارسته ز خویش دل بدستی باید
ای آنکه پری ز باد دعوی چو حباب البته ترا بخود شکستی باید

درد

اکنون من و این گوشهٔ زندان جنون — آباد کنم خانهٔ ویران جنون
سودای کسی نبود زین پیش مرا — شد زلف توام سلسلهٔ جنبان جنون

درد

گرداعیهٔ محیط دارد سیلت — خار و خس این دشت نگیرد دیلت
چون قبلهٔ نما اگرچه گردانندت — باید که بسوئے یار باشد میلت

درد

ای درد اگر ز اصل و فرعت خبرست — دریاب که تفصیل باجمال دراست
در آدم بود ذریاتش پنهاں — در تخم چنانکه برگ و بر مستتر است

درد

از عقل بمیدان جنون باید تاخت — وز عرصهٔ وهم خود برون باید تاخت
عمریست که از خویش جدا می تازم — هر چند ندانم اینکه چون باید تاخت

درد

ای درد دنیا بی تو صبوری از دی — بعدست بقرب هم ضروری از دی
دنیا چه و عقبیٰ چه دوئی هجران است — آنجا هم اگر توئی تو دوری از دی

درد

از بس ز جدائی کسان سوخته ام — خرمن خرمن ز حسرت اندوخته ام
یاد ایام رفته مد نظر ست — چون سوزن چشم بر قفا دوخته ام

درد

اسرار نہاں کہ در بیاں می آرم　　شمعی ست کہ در بزم جہاں می آرم
ای درد چو شعلہ جملہ نوری باشد　　من سوز دلے کہ بر زباں می آرم

درد

عشق ست کہ دارد ہمہ جا دست رسی　　کر دست گذر بآسماں نیز بسے
ایں شکل ہلال نیست پیدا بر چرخ　　ناخن بدلِ پسہر ز دحسن کسے

مومن دہلوی

عشقی خواہم کہ جاودانی باشد　　یاسے خواہم کہ کامرانی باشد
عمری خواہم کہ بدتر از مرگ بود　　مرگی خواہم کہ زندگانی باشد

مومن دہلوی

یارب نظری بچشم خونبارم کن　　رحمی بدل سوختۂ زارم کن
گر در خور آتشم بدوزخ مسپار　　یک شعلہ ز برق طور در کارم کن

مومن دہلوی

امروز کہ از خاک سری برزدہ ام　　لرزان لرزاں قدم بمحشر زدہ ام
بر سر زدنم روا ندارے یارب　　دستی کہ بدامان پیمبر زدہ ام

مولوی یوسف علی

دارم سری شگفت در پردۂ دل　　حاشا کہ شود سماء و ارضش حائل
اظہار بود قاتل و اخفا مہلک　　گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

کوکب کشمیری

مارا نبود دلی که کار آید ازو جز ناله که در دمی هزار آید ازو
چندان گریم که کوچها گل گردد نی روید و نالهای زار آید ازو

نامی بهکری

در عشق خدا مشق جنوں باید کرد جاں را بطریق رہنمون باید کرد
چوں شیشه تمام پر ز خوں باید شد وانگه ز رہِ دیده بروں باید کرد

باقر لکھنوی

بیاریم آه بی شفا افتاده است دردِ من زار بے دوا افتاده است
بگذشته زمن مرا گذارید بمن کارِ من خسته با خدا افتاده است

ثاقب کاکوروی

من در طلبش بهر دری پیوستم — از دست کسی نداد مطلب دستم
یک جذبه ز دوست کار من کرد تمام — الحمد لله که ز منت رستم

ثنائی کشمیری

زان حسن بدام شور غوغا شدنی ست — زان زلف دراز فتنه برپا شدنی ست
از قامت او قیامتے در عالم — امروز اگر نه گشت فردا شدنی ست

حافظ جالندهری

جانان دمِ نزع دیدنی هست بیا — احوالِ دلم شنیدنی هست بیا
ای داده رخِ تو آب و رنگے گل را — رنگِ رخِ ما پریدنی هست بیا

عیشی لکھنوی

عیشی بہ شکیب ایں ہمہ بیتابی چیست　　بگریستی آنچناں کہ دشمن بگریست
گویند کہ بعد مرگ امید وصل ست　　چندے بامید مرگ ہم باید زیست

ہاشم کشمیری

مائیم کہ در شعلہ نشیمن کردیم　　آتشکدہ را خیال گلشن کردیم
بردیم خیال دوست ہمراہ بخاک　　شمعی بمزار خویش روشن کردیم

واقف دہلوی

تاہست زدل اثر تمنا ہم ہست　　تاہست نظر ذوق تماشا ہم ہست
ناصح ایں پند و بند سودی نکند　　بگذار کہ تا سرست سودا ہم ہست

واقف دہلوی

دریاب کہ موسم جوانی بگذشت　　بشتاب کہ وقت کامرانی بگذشت
ای شوخ بیا بگذر ازیں جور و جفا　　زاں پیش کہ بشنوی فلانی بگذشت

ڈاکٹر سر محمد اقبال

دلا نارائی پروانہ تا کے　　نگیری شیوۂ مردانہ تا کے
یکے خود را بسوزِ خویشتن سوز　　طوافِ آتشِ بیگانہ تا کے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے　　تنے محکم تر از سنگیں حصارے
درونِ او دلِ درد آشنائے　　چو جوئے در کنارِ کوہسارے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

شنیدم در عدم پروانہ می گفت　　دمے از زندگی تاب و تبم بخش
پریشاں کن سحر خاکسترم را　　ولیکن سوز و سازِ یک شبم بخش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سحر در شاخسارے بوستانے　　چہ خوش می گفت مرغ نغمہ خوانے
برآور ہر چہ اندر سینہ داری　　سرودے، نالۂ، آہے فغانے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چو ذوق نغمہ ام در جلوت آرد　　قیامت افگنم در محفل خویش
چو می خواہم دمے خلوت بگیرم　　جہاں را گم کنم اندر دلِ خویش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چہ می پرسی میانِ سینہ دل چیست　　خرد چوں سوز پیدا کرد دل شد

دل از ذوقِ تپش دل بود لیکن　　چو یک دم از تپش افتاد گل شد

ڈاکٹر سر محمد اقبال

خرد گفت۔ او بچشم اندر نگنجد　　نگاہِ شوق در امید و بیم است

نمیگردد کہن افسانۂ طور　　کہ در ہر دل تمنائے کلیم است

ڈاکٹر سر محمد اقبال

کنشت و مسجد و بت خانہ و دیر　　ز ہر ایں مشت گلے پیدا نکردی

ز حکمِ غیر نتواں جز بدل رست　　تو اے غافل دلے پیدا نکردی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

گدائے جلوہ رفتی بر سرِ طور کہ جانِ تو ز خود نامحرمے ہست
قدم در جستجوئے آدمے زن خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ز رازی معنیٔ قرآں چہ پرسی ضمیرِ ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد، دل بسوزد ہمیں تفسیرِ نمرود و خلیل است

ڈاکٹر سر محمد اقبال

من از بود و نبودِ خود خموشم اگر گویم کہ ہستم خود پرستم
ولیکن ایں نوائے سادہ کیست؟ کسے در سینہ می گوید کہ ہستم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

تو اے شیخ حرم شاید ندانی — جہانِ عشق را ہم محشرے ہست
گناہ و نامہ و میزان ندارد — نہ او را مسلمے نے کافرے ہست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی؟ — کہ او پیداست تو زیرِ نقابی
تلاشِ او کنی جز خود نہ بینی — تلاشِ خود کنی جز او نیابی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چہ پرسی از کجایم چیستم من — بخود پیچیدہ ام تا زیستم من
دریں دریا چو موجِ بیقرارم — اگر بر خود نہ پیچم نیستم من

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بیا اے عشق، اے رمزِ دلِ ما بیا اے کشتِ ما اے حاصلِ ما

کہن گشتند ایں خاکی نہاداں دگر آدم بنا کن از گلِ ما

سخن و خاموشی

بہائی آملی

آنکس کہ بدم گفت بدی سیرت اوست
وانکس کہ مرا گفت نکو خود نیکوست
حالِ متکلم از کلامش پیداست
از کوزہ ہمان بروں ترا دو کہ در اوست

خواجہ عبداللہ انصاری

اندر رہِ دیں تصرف آغاز مکن
چشم بدِ خود بہ عیبِ کس باز مکن
سِرّ دل ہر بندہ خدا می داند
خود را تو در ایں میانہ انباز مکن

رضی ارتیمانی

از دوری راه تا بہ کے آہ کنی　　از رہ روِ رہزن طلبِ راہ کنی
یارب! چہ شود کہ بر سرِ مستی خویش　　یک گام نہی و قصہ کوتاہ کنی

شیخ سعدی

آنکس کہ خطای خویش بیند کہ رواست　　تقریر کند صواب نزدش کہ خطاست
آنرو نمایدش کہ در طینتِ اوست　　آئینۂ کج جمال ننماید راست

بابا افضل کوہی

کم گوی و بجز مصلحت خویش مگوی　　چیزیکہ نہ پرسند تو خود پیش مگوی
گوشِ تو دو دادند و زبانِ تو یکے　　یعنی کہ دو بشنو و یکی پیش مگوی

بابا افضل کوهی

آنانکه مقیم حضرت جانان اند　　یادش چو کنند بر زبان کم رانند
وانانکه مثال نامے با انبانند　　دور انداز وازان به بانگش خوانند

بابا افضل کوهی

با دل گفتم که اے دلِ عربده جوے　　صراف سخن باش و سخن کمتر گوے
خواهے که ترا آب بیاید در جوے　　با دوست نشین و نیکئی دشمن گوے

عین القضاة همدانی

بستردنی است آنچه نبگاشته ایم　　افگندنی است آنچه بفراشته ایم
سودا بوده است آنچه پنداشته ایم　　دردا که به هرزه عمر بگذاشته ایم

سحابی استرآبادی

آنرا که شرابِ معرفت نوش کنند　　از هرچه بجز اوست فراموش کنند
آنرا که زبان دهند دیده ندهند　　وانرا که دهند دیده خاموش کنند

سحابی استرآبادی

عاقل که سلامت است و خوش جان و تنش　　از هیچ سخن رنجه شدن نیست منش
گر دانا گفت آن سخن پندی بود　　ور ناداں گفت خود چه باشد سخنش

سحابی استرآبادی

هزل است و فسانهٔ تراقدر سخن　　جز آنکه ضرورت است آنرا گفتن
در خلق نفاق و شین و غوغا و فتن　　زآنست کاُز اندازه برُون رفت سخن

سحابی استرآبادی

یک کس که از و بوی وجود آید نیست یک حرف که از روی شهود آید نیست
هر چند در اوضاع جهان می نگرم چیزی که با و دلم فرود آید نیست

خاکی شیرازی

چندے پے علم و مذمت و کیش شدم یک چند دگر طالبِ رویش شدم
دیدم که دل است مبداء هر فیضی برگشتم و طالبِ دلِ خویش شدم

احمد هاتف اصفهانی

بس مرد که لاف میزد از مردی خویش در پرده زنی دیدم از و مردی بیش
ابنای زمانه دیدم اغلب هاتف مردند دلی بالب و با سبلت و ریش

فیاضی لاہیجی

اسرار نہاں فاش نباید گفتن — جز حیرت سامع نفزاید گفتن
ہر چند کہ آئینہ جدا نیست ز عکس — لیک آئینہ را عکس نشاید گفتن

حکیم سنائی

از خلق زراہ تیز ہوشی نرہی — وز خود زرہ سخن فروشی نرہی
زیں ہر دو بدیں ودگر بکوشی برہی — از خلق وز خود جز بخموشی نرہی

حکیم سنائی

در صورت ہر ہست چرائی مدہوش — در حسرت ہر نیست چرائی بخروش
ایں ہر دو یکی کن و بنوز ہمچوں نوش — پس لب بہ کلوخ مال و بنشین خاموش

میرزا مهدی عالی

شاد از سخن آدمی و غمناک شود　　پیدا از سخن جوهر ادراک شود
کافر که نمی شود بصد دریا پاک　　بحرف و سخن به یک سخن پاک شود

قتالی خوارزمی

از دفتر عشق راه میخوان و مگوی　　مرکب بپی این طائفه میران و مگوی
خواهی که دل و دین بسلامت ببری　　می بین و مکن ظاهر و میدان و مگوی

محمد صوفی

صوفی! ز اهد بسی تنگ حوصله است　　از صحبت ما دور بصد مرحله است
معنی بلند گوش او نشنیدست　　با آنکه دراز گوش این قافله است

رفیع واعظ

کم گو که سخن بود چو دُرِ مکنون گردد ز کمی قیمت این دُر افزون
تنگی ز دهن از آن پسندیده بود تا حرف از آن شمرده آید بیرون

مومن یزدی

مومن به بدی نیست کسی مانندت وین طرفه که خلق نیک می خوانندت
یکچند چنان بُدی که خود میدانی یکچند چنان باش که میدانندت

امیر خسرو

خواهی ز وصال شادمان دارمرا خواهی ز فراق در فغان دارمرا
من هیچ نگویم که چسان دارمرا زانسان که تو خواهی آنچنان دارمرا

خواجه افضل الدین محمد ترکه

سلطانی وگیرودارِ عالم سهل ست وین گنبد رنگارِ عالم سهل ست
زنهار که فکرکارِ عالم نکنی عالم سهل ست وکارِ عالم سهل ست

ظهیر فاریابی

وی شب خردم نصیحتی پنهان گفت در گوشِ دلم گفت و دلم با جان گفت
با کس غمِ دل مگوی زیرا که نماند یک دوست که با او غمِ دل تواں گفت

علی خزیں

در گلشنِ دهر محرم راز نبود در بزم زمانه نغمه پرداز نبود
تنها نتواں ز مزمه پردازی کرد بستیم زبان کسی هم آواز نبود

مرزا جلال الدین حسین صبلائی شہرستانی

ای نخبت اگر مرا گل از عید دمد　　یک صبح وصال از شب امید دمد
گیرم زرخش ذخیرۂ کز پسِ مرگ　　تا حشر بخاکم همه خورشید دمد

مؤتمن الدولہ اسحٰق خاں

ای دل هشدار تا شرابت نبرد　　ای دیده نگهدار که آبت نبرد
آن بنده نواز وعده دارد امشب　　ای نخبت خدا کند که خوابت نبرد

حکیم رکنائی کاشی مسیح

مردم که ز کید گرچه جگر ریش تر اند　　جمعے پستر جماعتے پیشتر اند
در غربتِ مرگ بیم تنهائی نیست　　یارانِ عزیز آن طرف بیشتر اند

حکیم رکنائی کاشی مسیح

ایں زمرهٔ ناخلف که از بوالبشرند بیگانه چرا به یکدگر می نگرند
گر آدمیان تمام از یک پدرند پس بهر چه ایں قدر ز خود بیخبرند

امیر محمد یوسف شاری هراتی

ایدل چشم و حشمتِ سلطان گذرد روز و شبِ درویش پریشان گذرد
می نوش غمیں مشو که هر کار که هست آسان گیری بخویش آسان گذرد

شیخ نظام الدین گنجوی رح

رفتم بسر گور شهنشاهِ یمن شه دست بروں کرد بمن داد کفن
گفتا که ازیں سخا و تم عیب مکن کز دارِ فنا همیں رسید ست بمن

حاجی محمد جان قدسی

آزردہ دلم زصحبتِ خلق بسے جز تنہائی دلم ندارد ہوسے
ہم ای نفسان یک نفسم بگذارید شاید کہ بکام دل برآرم نفسے

درد

گہ نالۂ دل مرا صدای چنگ است گاہی دلم از نوای نی دلتنگ است
از نغمۂ شکر و شکوہ ام نیست گریز تا تارِ نفس ہست ہمیں آہنگ است

درد

ربطی بتو ہر گدا و شاہے دارد گر حالِ خوشی و گر تباہی دارد
یعنی کہ بسانِ دانہای تسبیح ہر دل در خود نہفتہ راہے دارد

درد

ای کردہ خراب عمر در چون و چرا　　عارف نہ شدی اگرچہ گشتی مُلّا
از ما بجز اقبال نہ بینی گاہے　　ہر چند کہ ایراد نمائی برما

درد

رندان ہمہ عمر مستے آمادہ کنند　　تا پرورشِ خاطرِ آزادہ کنند
خالی زخیالاتِ دو عالم باشند　　پیمانۂ زندگی پُر از بادہ کنند

آزو امل و ترک ہوا و ہوس

مولانا جلال الدین رومی

یک دم غم جاں نخور غم نان تا کے — در پرورشِ ایں تنِ نادان تا کے
اندر رہِ طبلِ شکم و نایٔ گلو — ایں رقصِ زنخ بضربِ دندان تا کے

مولانا جلال الدین رومی

مار اسگِ نفس از پئے حرص و ہوس — ہر لحظہ دواند بدرِ ناکس و کس
سگ را بمرس کنند از بد نفسی — در گردن ما کردہ سگِ نفس مرس

مولانا جلال الدین رومی

غمهای زمانه را چو پایانی نیست　　احوال جهان را سر و سامانی نیست

چندین غم بیهوده بخود راه مده　　کیں مایهٔ عمر نیز چندانی نیست

مولانا جلال الدین رومی

خواهی که درین زمانه فردی گردی　　یا در رهِ دین صاحب دردی گردی

این ایجز از صحبتِ مردان مطلب　　مردی گردی چو گرد مردی گردی

فیاض لاہجی

ہر دل که ہوائے عالم راز کند　　باید گرهٔ علاقه را باز کند

دام است تعلقاتِ دنیائے دنی　　در دام چگونه مرغ پرواز کند

فیاض لاهیجی

دنیا چاهیست نزدِ دانا بیته طولِ امل است ریسمانِ این چه
هر چند بود جامهٔ عمرِ تو دراز بر قامتِ طولِ امل آید کوته

نصرت

افسوس! که آنچه برده ام با ختنست بشناخته ها تمام نشناختنست
انداخته ام هر آنچه باید برداشت برداشته ام هر آنچه انداختنست

میرزا خلیل

زرد و سست درین زمانه پرآشوب باشد ز غم حادثه وایم منکوب
نزدیک بمرگ حرصِ زریران را افزون گردد چو سایه در وقتِ غروب

حسن دہلوی

دایم دلِ خود بہ معصیت شاد کنی　　چوں غم رسدت خدای را یاد کنی
دنیا ز تو رفتہ و ترا دعوی ترک　　کنجشکِ پریدہ را چہ آزاد کنی

حکیم سنائی

روگرد سرا پردۂ اسرار مگرد　　شوخی چہ کنی چو نیستی مرد نبرد
رندی باید ز ہر دو عالم شد فرد　　تا می نخورد بہ جای آب نان درد

مومن یزدی

گہ بستۂ زلف همچو زنجیر شدم　　گہ از نگہی نشانۂ تیر شدم
آزادیٔ ہر دو کون میخواست دلم　　در بند گئے نفس و ہوا پیر شدم

مومن یزدی

از رہ مروی بہ جعد گیسو از زن مارِ سیاہ است ہر سرِ مو از زن
از پہلوی مرد زن بروں آوردند یعنی کہ تہی بہ است پہلو از زن

مومن یزدی

با آنکہ یکے گام بہ منزل دارم صد تخم ہوس ہنوز در گل دارم
در خاک نہ دانم کہ چساں می گنجم بایں ہمہ آرزو کہ در دل دارم

ابراہیم اردوبادی

ہر زندہ دلیکہ او ز اہلِ درد ست دانستہ ز اسبابِ تعلق فرد است
ہر پیر زنی مرگِ طبیعی دارد مردیکہ بہ اختیار میرد مرد است

بابا افضل کوهی

باداده قناعت کن و باداد بزی　　در بندِ تکلف مرو آزاد بزی
در به زخودی نظر مکن غصه مخور　　در کم زخودی نظر کن و شاد بزی

بابا افضل کوهی

رو دیده بدوز تا دلت دیده شود　　زان دیده جهانی دگرت دیده شود
گر تو زِ سرِ پندِ خود برخیزی　　احوال تو سر بسر پسندیده شود

شیخ عطار

خود را چو ز خواب خور نمیداری باز　　پس چه تو وچه شور در پردهٔ راز
آخر ز وجودِ خویشتن شرمت نیست　　معشوق تو بیدار و تو خوش خفته بناز

شیخ عطار

نه در رهِ اقرار قراری داری　　نه در صفِ انکار کناری داری
می پنداری که کار تو سرسری است　　کوته نظرا دراز کاری داری

میر محمد باقر اشراق

اشراق غمیں دل از بتاں شاد مکن　　بت خانہ ز سنگ کعبہ آباد مکن
ایں دیر فنا را سرِ آبادی نیست　　اندر رہِ سیل خانہ بنیاد مکن

جامی

یارب! ازدو کون بے نیازم گرداں　　وز افسر فقر سرفرازم گرداں
در راہِ طلب محرمِ رازم گرداں　　زاں رہ کہ نہ سوی تست بازم گرداں

جامی

در راه اگر تو خود فروشی هیچے — در طاعت و بندگی نکوشی هیچے
تا کبر و حسد ز سینه بیرون نکنی — گر خرقهٔ بایزید پوشی هیچے

رفیع واعظ

اے آنکه تمام آرزو و هوسی — طفلی مستی مُخَبَّطی خود چه کسی
گفتی که به پیری چو رسم توبه کنم — ترسم که جوان روی به پیری نرسی

رفیع واعظ

با خشم و شره همال تا کی باشی — انباز سگ و شغال تا کی باشی
با نفس چه میکنی درین تن ای جان — با خرس درین جوال تا کی باشی

مُلا مظفر حسین

از حیلهٔ نفس اگر رهی استادی وز کوه هوای خود کنی فرهادی
آزادنه بجستن ای مرغ از دام از دانه اگر می گذری آزادی

خواجه علی نعیم

در خاطرِ من دُاعیهٔ بیجا نیست زآنست که از هیچ کسم پروا نیست
از منتِ کائنات فارغ شده ام بالاتر ازین بهشت در دنیا نیست

اوحد کرمانی

اوجدا دیدی که هرچه دیدی هیچ است هر چیز که گفتی و شنیدی هیچ است
سرتاسر آفاق و دیدی هیچ است این هم که بگوشهٔ خزیدی هیچ است

وحشت بختیاری

بانفس جهاد کن شجاعت این است . برخویش امیر شو امارت این است
انگشت به حرفِ عیبِ مردم مگذار مفتاح خزاینِ سعادت این است

بهائی آملی

هر تازه گلے که زیب این گلزار است گر بینی گل و گر بچینی خار است
از دور نظاره کن مرو پیش که شمع هر چند که نور می نماید نار است

بهائی آملی

ای غم که حجاب صبر بشگافتهٔ بینائی ز دیدهٔ که بر تافتهٔ
شب تیره و یار دور کس مونس نیست ای هجر بکش که بیکسیم یافتهٔ

نطقی نیشاپوری

آنها که مجرد اند از دنیائے — در عالمِ دل کنند ملک آرائی
عریاں بدنانرا بہ حقارت منگر — در برہنگی ست تیغ را برّائی

ابوسعید مہنہ

آتش بہ دو دستِ خویش در خرمنِ خویش — خود برزدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش
کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش — ای وای من و دستِ من و دامنِ خویش

ابوسعید مہنہ

ما بامی و مستی سرِ تقوٰی داریم — دنیا طلبیم و میل عقبٰی داریم
کے دنیا و دیں ہر دو بہم آید راست — این است کہ ما نہ دین نہ دنیا داریم

عبداللہ انصاری

گر از پے شہوت و ہوا خواہی رفت — از من خبرت کہ بینوا خواہی رفت
بنگر چہ کسی و از کجا آمدۂ — می داں کہ چہ می کنی کجا خواہی رفت

سجابی استرآبادی

تا بندِ طلسم آسمانی و زمیں — بر گنجِ وجود کے توانی شد ایں
گفتی کہ ز ہر دو کون نومید شدم — خاموش کہ امید ہمیں است ہمیں

سجابی استرآبادی

گر مرد خبیر و عاقبت بیں می بود — قوتِ دنیاش قوتِ دیں می بود
طفلی میکرد گریہ گاہی بے کام — بالغ شد و گفت آہ اگر ایں می بود

سحابی استرآبادی

هر چند که هست دولت از نعمت و بخت — باریست گران چو شد برون از حد سخت
بسیاری مال و جاهِ مرد آفتِ اوست — انبوهی میوه بشکند شاخ درخت

سحابی استرآبادی

در دور فلک که برون و باختن است — هر اوج پئے حضیض در تاختن است
غافل باشد که رفعتِ خود داند — برداشتنی که بهر انداختن است

سحابی استرآبادی

ایں فرقه که محو کردگارند همه — بر عرش بلوغ جای دارند همه
ویں خلق که با هستیٔ خود مغرور اند — چوں طفل بر اسپ نی سوارند همه

سحابی استرآبادی

زین مردم صد رنگ سیه پوشی به　　زین خلق فرومایه فراموشی به
از صحبت ناتمام بی حاصل شان　　تنهائی و گوشه و خاموشی به

نجم الدین رازی

ای دل! تو اگر مست نئی هشیاری　　زان پیش که بگذری جهان بگذاری
کم خسپ که وقت صبح کاذب پیت است　　خوابی که قیامتش بود بیداری

میرزا محمد تقی نصیری

زاهل صورت هر آنکه او درپیش است　　از گردش چرخ بیشتر دل ریش است
هر گندم کاو بزرگتر گشته بقدر　　از گردش آسیا شکستش بیش است

محمد صوفی

ابلیس گشته در بدی افسانه بیچاره سگیست بر درِ جانانه
گر بیند اهل و آشنا مانع نیست مانع شود آنرا که بود بیگانه

عماد کرمانی

با دشمن و با دوست تفضل میکن بیداد ز هر کسی تحمل می کن
غافل منشین که عالم اسباب است اسباب نگه دار و توکل می کن

قتالی خوارزمی

یاقوت پیل مور می باید بود با ملکِ دو کون عور می باید بود
این طرفه نگر که عیبِ هر آدمئ می باید دید و کور می باید بود

قتالی خوارزمی

آنم که دل از کون و مکان برکندم وز خوانِ جهان به لقمهٔ خورسندم
کندم ز سرِ کوهِ قناعت سنگے آوردم و بر رخنهٔ آز افگندم

رضی آرتیمانی

تا گلگونِ اشک و چهره کاهی نشود دل مشرقِ انوارِ الٰهی نشود
سالک ز سرِ خویش که واقف گردد او عارفِ اسرار کماهی نشود

شیخ سعدی

یاروی به کنجِ خلوت آور شب و روز یا آتشِ عشق برکن و خانه بسوز
مستوری و عاشقی بهم نایدراست گر پرده نخواهی که درد دیده بدوز

میر ابوطالب تربتی

آنکس که همیشه دیدهٔ تر دارد　　از خرمن عمر بیشتر بردارد
از گریهٔ ایام جوانی بگذر　　باران بهار فیض دیگر دارد

بایزید بسطامی

خواهی که رسی به کام بردارد و گام　　یک گام ز دنیا و دگر گام ز کام
نیکو مثلی شنو ز پیر بسطام　　از دانه طمع ببر که رستی از دام

سرمد

باید نه کشی ز خلق منت گفتم　　گر صاحب فطرتی و همت گفتم
انیست خیال خام هرگز نه کشی　　بر پردهٔ عنکبوت صورت گفتم

سرمد

سلطان منم و منت سلطان نہ کشم　　از بہر دو ناں منت دونان نہ کشم
نفسم چو سگ ست و من مثال سگباں　　از بہر سگے منت سگباں نہ کشم

سرمد

خواہی کہ رسی بکام تلخی نہ چشی　　آسودہ شوی باز ندامت نہ کشی
با صبر بساز با قناعت خو کن　　از دستِ ہوا و ہوس در کشمکشی

حافظ شیرازی

با شاہدِ شوخ و شنگ و با بربط و نے　　کنجے و کبابے و یکے شیشۂ مے
چوں گرم شود ز بادہ مارا رگ و پے　　منت نبرم بیک جو از حاتم طے

ابن یمین

چو خاک پای لئیمان شوی ز آتش حرص — شود به باد همه آبرو و چون نشود
غلام خاطر آنم که همت عالیش — رهین منت ابنای روزگار دون نشود

سعید گیلانی

آنی که سریرت آسمان پایه بود — بر ملک جهان عدل تو سرمایه بود
تا هست خدا تو نیز خواهی بودن — زیرا که همیشه ذات با سایه بود

سعید گیلانی

بر خود در مدح و ذم نمی باید زد — بیرون از حد قدم نمی باید زد
عالم همه آئینهٔ حسن ازلی است — می باید دید و دم نمی باید زد

مهدی اصفهانی

با حکم قضا ستیزه نتوان کردن با دست علاج نیزه نتوان کردن
تدبیر کجا علاج تقدیر کند آهن با موم ریزه نتوان کردن

نساخ

در میکدهٔ دهر که مستم ساقی از دست قدح بگیر دستم ساقی
وی ساغر می شکست او من امروز خم بر سر محتسب شکستم ساقی

عمر خیام

بیگانه اگر وفا کند خویش من است در خویش جفا کند بد اندیش من است
گر زهر موافقت کند تریاک است در نوش مخالفت کند نیش من است

مرزا سعید حکیم تنہا

دنیا دو سہ روز اگرچہ آسان از تست — مغرور مشو کہ تا تو ئی آن از تست
چون آہوی رم خوردہ کہ واپس نگرد — رویش بتو و دلش گریزان از تست

شاہ ولایت اللہ

آخر فلک از تو انچہ ہستت گیرد — ہشیار بزی مبادا مستت گردد
ہر سود و زیان ز دست خود باید خواست — بی دست تو نیست آنکہ دستت گیرد

جہانگیر بادشاہ

ہر کس بہ ضمیر خود صفا خواہد داد — آئینہ خویش را جلا خواہد داد
ہر جا کہ شکستہ بود دستش گیر — بشنو کہ ہمیں کاسہ صدا خواہد داد

سلطان علاء الدین سلجوقی

معشوقه ز هره رخ همیداشت امید کان خوبی و این عشق بماند جاوید
از گردشِ چرخ و سیرِ ماهِ گردون او روی سیاه کرد و من موی سفید

قابوس دستگیر

چون پیر شدی کار جوانان نتوان کرد پیری نه کافری نهان نتوان کرد
در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی در روشنی روز نهان نتوان کرد

یحیی نیشاپوری

ظالم که کباب از دلِ درویش خورد چون در نگرد ز پهلوی خویش خورد
دنیا عسل است هر که او بیش خورد خون افزاید تب آورد نیش خورد

میر باقر داماد

از خوان فلک قرص جوی مشش مخور　　انگشت عسل مخواه دو صد نیش مخور
از نعمت الوان شهان دست بدار　　خون دل صد هزار درویش مخور

علی خزیں

ای سوختہ جاں سپند یاد تو بخیر　　وی در دکش نژند یاد تو بخیر
آوارۂ کیستی کجائی چونے　　آہ ایدل مستمند یاد تو بخیر

علی خزیں

بخرید یکے خواجہ غلامی بہوس　　پرسید ازاں بندۂ پاکیزہ نفس
کائی بچہ کار تا ہمانت سپرم　　گفتش کہ ہمیں بکار آزادی بس

ملا حسن یزدی

دارم سخنی یاد ز فیثاغورس گویم بتو گر زانکه بمن داری حس
از خلق کج چهار کس رنجه مشو بیمار و غریب و روزه دار و مفلس

شیخ نجم الدین کبری رح

دنیا طلبان ز حرص مستند همه موسی کش و گوساله پرستند همه
هر عهد که با خدای بستند همه از بهر درست زر شکستند همه

عبید زاکانی

با درد سرم زین دل سودا پیشه کو را نبود بجز تمنا پیشه
پیرانه سرش از زوی بر نائیست فریاد ازین پیر کبر نا پیشه

حکیم فغفور لاہجی

ناداری ایں جہاں ز دارائی بہ　　دلق نمد از اطلس و دارائی بہ
آسودہ ز شغلِ ہر دو عالم بودن　　صد رہ ز سکندری و دارائی بہ

خواجہ حسین مروی

مردی ز مقدمات واہی تا کی　　ذکر طرب و فکر مناہی تا کی
سودای جوانی و جوانان تا چند　　با موی سفید رو سیاہی تا کی

مُلا محمد رضا نویمی جنونی شافی

گہ چوں خم بادہ ام بجوش آوردی　　گہ چوں لب توبہ در خروش آوردی
ایام سلامتی بہ مستی دادی　　ہنگام ندامتم بہوش آوردی

آغا عبدالباقی نهاوندی

یارب ممنون آشنایان نکنی　　شرمنده این غلط نمایان نکنی
هر چیز که میکنی بکن امر از تست　　محتاج بنوکیه گدایان نکنی

درد

از حرص گر آستین فشاند دل ما　　چون شه چه عجب که حکم راند دل ما
اے درد هزار سلطنت مفت بود　　جمعیت اگر بهم رساند دل ما

درد

بر دوش هوا بسته نفس محمل ما　　حیف ست که پیچد هوسی در دل ما
حل همچو حباب گرچه کردیم ولے　　جز هیچ هیچ نداشت در گره مشکل ما

درد

هرچند کند زمانه کار خود را　　از دست مده تو اعتبار خود را
از پای فتاده چون سایه ولے　　برکس نفگنده ایم بار خود را

درد

با اہل دول تندی خو پیدا کن　　در گلشن مسکنت نمو پیدا کن
تا کی ز ہوا زنی بعزت آتش　　در خاک نشیں و آبرو پیدا کن

درد

گر مست شبا بیم خراب شبیم　　در محو ہنر تمام صرف عیبیم
ستار عیوب نیست جز پردۂ غیب　　مشتاق لقای پردہ پوشِ عیبیم

درد

هرچند هزار جلوه پیدا کردیم　　آخر همه را بخویش اخفا کردیم
چون کاغذ آتش زده در ما پوشید　　چیزیکه بصد چشم تماشا کردیم

درد

ناچار ایدرد در جهان باید زیست　　هرچند که شد زیست گران باید زیست
مردن بمراد خود میسر گر نیست　　چندی بمراد دیگران باید زیست

درد

مینا ست اگر سر نیاز ست اینجا　　جام ست اگر دیدهٔ باز ست اینجا
این محفل درد جای بدمستی نیست　　هشدار که بزم امتیاز ست اینجا

درد

ای مرد طرب باش و خوش و آسوده رنجی مبر از فکر جهان بیهوده
چندان منما غور در افلاک و نجوم کایں گنبدِ بے در ز کسی نکشوده

درد

اے درد ترا نہ ہمنشینی باید نے یار و ندیم نے قرینی باید
اکنوں کہ نشستۂ دریں کلبہ ترا چشم و دل و اشک و آستینی باید

درد

ای مرد رسیدت اگر از خلق آزار رنجی مبر از ذلت و خواری زنہار
گر بر سر تو نہند پا مردم دہر تو از رہِ انکسار سر بر پا دار

ورد

تا کی بہ تلاش مال خواہی کوشید　　با ہر بد و نیک دہر خواہی جوشید
پوشیدن جامہا مکرر شد راست　　اکنوں از خویش چشم باید پوشید

ورد

چوں آمدۂ بعالم امکان باش　　دیدی کن و بر وضع جہان خندان باش
اینجا ای ورد خود صلای عام است　　یکچند دریں خانہ تو ہم مہمان باش

ورد

نی مال مرا باید و نی فوج و سپاہ　　از قطع تعلقم بود حشمت و جاہ
ترکِ اسباب بہ ز جمع اسباب　　کز دولتِ فقر ہر گدا گردد شاہ

درد

در سر نہ ہوای مال و جاہے دارم　　در دل نہ غم زر و سپاہے دارم
صاحب نظرے توجہے گر بکند　　چوں آئینہ چشم یک نگاہے دارم

درد

گر مردم محتاج ز غم می گریند　　زاں بیشتر ارباب نعم می گریند
وقت ست کہ از دست زمانہ اکنوں　　چوں ابر ہمہ اہل کرم می گریند

درد

ای بیخبر اتفاق می باید کرد　　با یکدگر اتفاق می باید کرد
از وہم خودی نفاق خیزد غافل　　از خود گذر اتفاق می باید کرد

درد

سر سبز نگشت هیچ گردانهٔ حرص آباد نگردید گهی خانهٔ حرص
چون ظرفِ شکسته باز خالی گردد هر چند که پُر کنند پیمانهٔ حرص

بیخبر بلگرامی

نشناخت کسی بواقعی مطلق را این سرخ و سپید و سبز و استبرق را
هفتاد و دو فرقه را که گوئی باطل بر حق دانی اگر تو دانی حق را

غالب دهلوی

گردیدن زاهدان بجنت گستاخ وین دست درازی به ثمر شاخ بشاخ
چون نیک نظر کنی ز روی تشبیه ماند به بهایم و علف زار فراخ

واقف دہلوی

زاہد گلگشتِ باغ می باید کرد　　کسب فرح از ایاغ می باید کرد
اصلاحِ مزاج از ضروریات ست　　یک تنقیۂ دماغ می باید کرد

واقف دہلوی

از اہل دول مدار چشم انعام　　جوشند اگر با تو بہ گرمے تمام
در کیسۂ شان غیر تہیدستی نیست　　بد نام خزانہ اند ہمچوں حمّام

سید حمد حسین امجد حیدرآبادی

ممسک ہمہ خونِ دلِ صد چاک خورد　　یک لقمہ بصد نالۂ غمناک خورد
بد بخت ز کسبِ مال نفعے نہ برد　　افعی بر گنج ماند و خاک خورد

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

ممسک پئے مال چوں گدامی گردد　　بر زر بہزار جاں فدامی گردد
طامع زحصولِ مال طماع شود　　چوں دانہ بیابد آسیا می گردد

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

از دستِ بخیل زر فتادن معلوم　　از بطنِ عقیمہ طفل زادن معلوم
از دوں منشاں کامروائی مشکل　　از ناخنِ پا گرہ کشادن معلوم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

جہان مشتِ گل و دل حاصلِ اوست　　ہمیں یک قطرۂ خوں مشکلِ اوست
نگاہِ ما دو بیں افتاد ورنہ　　جہانِ ہر کسے اندر دلِ اوست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سر بر کیقباد۔ اکلیل جم خاک　　کلیسا و بتستان و حرم خاک
ولیکن من ندانم گوہر پم چیست　　نگاہم برتر از گردوں تنم خاک

آزاد بلگرامی

اے دل تو دمے بیا دسجاں نشدی　　وز فعل بد خویش پشیماں نشدی
واعظ شدی و شیخ شدی و قاضی　　ایں جملہ شدی ولے مسلماں نشدی

طاعت و ورع و لطف و کرم

رضی آرتیمانی

صد حیف ای دل! که مردِ دیدار نه واقف ز تجلیاتِ اسرار نه

قانع به همینی که دو چشمت باز است خر گوش صفت ولیک بیدار نه

رفیع واعظ

آن کو بدلش بیم گنه کمیاب است گر دعوی دل کند یقین کذاب است

آلدگ گنهی خراب سازد دل را در خانهٔ آئینه نمی سیلاب است

اهلی شیرازی

گر در پئے قول و فعل سنجیده شوی در دیدهٔ خلق مردم دیده شوی
با خلق چنان بکن که گر فعل ترا هم با تو عمل کنند سنجیده شوی

سحابی استرآبادی

نه هر که نکوست دوست میباید بود بد را بر مغز پوست می باید بود
یعنی سهل است دوست بودن با دوست با دشمن نیز دوست می باید بود

سحابی استرآبادی

خواهی که ترا رتبهٔ ابرار رسد پسند که کس راز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم عشق مخور کایں هر دو بوقتِ خویش ناچار رسد

سحابی استرآبادی

گر خلقِ جہاں ہمہ بہ طاعت خیزند صد گونہ عطا کنند و خیر انگیزند
چوں نیک نظر کنی نہ بینی جز ایں کاز بحر بہ بُحر مشت آبی ریزند

سحابی استرآبادی

ای بندۂ حرص کردہ جسم و جاں را معذوری اگر بخوی آزاداں را
چیزیکہ غنی را سوی درویش برد لطف و کرم است و تو نداری آنرا

سحابی استرآبادی

سلطانی و کبر و عُجب و مستی سہل است درویشی و فقر و تنگدستی سہل است
خود را برساں بجاے جاویدانی ورنہ دو سہ روز ہر چہ مستی سہل است

سجابی استرآبادی

گفتم همه بیداد نمی باید کرد گفتا که ز خود یاد نمی باید کرد
گفتم که چنان گوی سخن تا شنوم خندید که فریاد نمی باید کرد

سجابی استرآبادی

گم کردم اگر تو جستجویم نکنی آئینه صفت روی بسویم نکنی
در حقِ خود از لطف تو گفتم بسیار یارب یارب دروغ گویم نکنی

ابوسعید مهنه

دنیا راهے بہشت منزل گاہے ایں ہر دو بہ نزدِ اہلِ معنی کاہے
گر عاشق صادقے ز ہر دو بگذر تا دوست ترا بہ خود نماید راہے

ناظر کازرونی

یکچند چو ممسکان فشردم رهِ حلق یکچند چو مفلسان زدم وصله بدلق
نکشود ز کارِ دل به اینها گرهی بستم کمرے تنگ پئے خدمتِ خلق

ابوسعید برغش

ای دوست از جملهٔ نیک و بد گذشتم کافر بودم کنون مسلمان گشتم
هر چیز که آن خلاف رای تو بود گر خود همه دین است ازان برگشتم

قتالی خوارزمی

گر بر سرِ نفس خود امیری مردی ور بر دو گرے حرف نگیری مردی
مردی نبود فتاده را پائی زدن گر دست فتادهٔ بگیری مردی

هاتف اصفهانی

ای در حرم و دیر ز تو صد آهنگ — بی رنگی و جلوه میکنی رنگ به رنگ
خوانند ترا مومن و ترسا شب و روز — در مسجد و مکه و کلیسائے فرنگ

شیخ سعدی

منعم که به عیش میرود در روز و شبش — نالیدنِ درویش نداند سببش
بس آب که میرود به جیحون و فرات — در بادیه تشنگان بجان در طلبش

شیخ سعدی

من بندهٔ آنم که دلے بر باید — یا دل بکسے دهد که جان آساید
آنکس که نه عاشق و نه معشوق کسی ست — در ملک خدا اگر نباشد شاید

خسرو دہلوی

نے دل زپئے طمع مشوش دارم　　نہ سینہ زحرصِ زر پُر آتش دارم
نانِ جو و آبِ چاہ و کنجے خالی　　یارب کہ چہ زندگانیِ خوش دارم

ہدایت طبرستانی

آن دل کہ خدای را بود منزل کو　　زیں تخم صنوبری ترا حاصل کو
گویند کہ دل سرائے حق شد آری　　دل خانۂ حق بود و لیکن دل کو

خواجہ علی نعیم

یارب بچہ تحصیل رضای تو کنم　　خود را بہ چہ حیلہ آشنای تو کنم
عمرِ ابدی بہ خضر ارزانی باد　　من میخواہم کہ جاں فدای تو کنم

میرزا احسن خان الفت

ناگشته دلِ شکسته ام خلوت دوست — با غیر نه پرداختم از صحبت دوست
او یکنفس از همچو منی غافل نیست — من بهر چه غافل شوم از خدمتِ دوست

جامی

خواهی که به صوفی گری از خود برهی — باید که هوا و هوس از سر بنهی
واں چیز که داری به کف از کف ندهی — صد رخمِ بلا خوری و از جا نه جهی

جامی

ای وای بر آنکه دلستانش برود — از پیش نظر سرو روانش برود
گفتی که برفتنم رضا ده هیهات — چون زنده رضا دهد که جانش برود

ابن یمین

خواهی که خدا کار نکو با تو کند　　ارواح و ملائک همه رو با تو کند

با هر چه رضای او دران نیست مکن　　یا راضی شو به هر چه او با تو کند

مومن یزدی

بخشش هنر است و عیب درخواستن است　　خواهش خود را به عیب آراستن است

در داد و ستد حالِ مه و مهر ببین　　مهر است تمام و ماه در کاستن است

مومن یزدی

شد عمر تمام و ناتمامیم هنوز　　در دوزخِ حسرتیم و خامیم هنوز

عمریست که در راهِ طلب گام زنیم　　وین طرفه که در نخست گامیم هنوز

مومن یزدی

ای کز پئے کسبِ علم برپا شدۂ　　تحصیل علوم را مهیا شدۂ
از دفترِ عشق تا نخوانی ورقے　　بوجہلی اگرچہ ابنِ سینا شدۂ

مجذوب تبریزی

مجذوب اگر با تو کسی جنگ کند　　آں کن کہ خجالتش بصد رنگ کند
بالطف بہ ناکساں بیامیز کہ آب　　از نرمیٔ خویش رخنہ در سنگ کند

میرزا صالح الرضوی

ہرگز نشوی در آشنائی راست　　می باش بہ یک طریق از روِ نخست
ہرچند کہ بشکنندت از صافی خویش　　چو آئینۂ شکستہ بنمای درست

ابوالحسن وحی

گر خاکِ درش به دیدهٔ ترسائی — در پیش رخش به دیدهٔ ترس آئی
گر غیر خیال او در آری به نظر — در دیدهٔ حق به دیدهٔ ترسائی

سرمد

از بوالهوسان کام نیابی هرگز — زین طائفه آرام نیابی هرگز
صد سال اگر جان بکنی همچو نگین — بدنام شوی - نام نیابی هرگز

سرمد

چون نقشِ نگین در پئے نامی تو نهوز — جان می کنی و در پئے کامی تو نهوز
از خرمنِ عمر خوشهٔ تو شه نگبیر — هنگام درو رسید و خامی تو نهوز

حافظ شیرازی

با مردم نیک و بد نمی باید بود در بادیه ویود دو نمی باید بود
مفتون معاش خود نمی باید شد مغرور به عقل خود نمی باید بود

راقم مشهدی

ظالم که کلاه گوشه بر می شکند درویش و غنی بیکدگر می شکند
غافل که دلِ نازکِ مظلومان است آن شیشه که کوه را کمر می شکند

شرف یحیی منیری

چون عود نبود چوبِ بید آوردم روی سیه و موی سفید آوردم
چون خود گفتی که ناامیدی کفر است فرمان تو بردم و امید آوردم

عمر خیام

گر گوهر طاعتت نسفتم هرگز ور گرد گنه ز رخ نرفتم هرگز
نومید نیم ز بارگاه کرمت زیرا که یکی را دو نه گفتم هرگز

نواب صدیق حسن خاں

صدیق حسن بلاست سرمستی تو خود نیست برابرست با ہستی تو
بی نقد عمل کس نفرو شد جنت ہیہات ہیہات از تہیدستی تو

نواب صدیق حسن خاں

این دانہ و کاہ و آب و آتش ہمہ ہیچ یعنی کہ تردد و معاشت ہمہ ہیچ
در دست تو اختیار کارت چو نیست فکر و اندیشہ و تلاشت ہمہ ہیچ

مولانا جلال الدین رومی

نی با تو دمی نشستنم سامان ست　　نی بی تو دمی زیستنم امکان ست
اندیشه درین واقعه سرگردان ست　　این واقعه نیست دردی درمان ست

مولانا جلال الدین رومی

ایزد که جهانی به کفِ قدرت اوست　　دو چیز ترا داد که آن هر دو نکوست
هم سیرتِ آنکه دوست داری کس را　　هم صورتِ آنکه کس ترا دارد دوست

مولانا جلال الدین رومی

بسیار تراشته رواں باید شد　　وانگشت نمای این و آن باید شد
گر آدمی بساز با آدمیاں　　ور خود ملکی با آسماں باید شد

مولانا جلال الدین رومی

زنهار بگو که رهروان نیز نیند کامل صفتانِ بی نشان نیز نیند
زین گونه که تو محرم اسرارنه می پنداری که دیگران نیز نیند

اوحدالدین کرمانی

ای قبلهٔ هر که مقبل آمد کویت محرابِ دلِ شکستگان ابرویت
امروز کسی کز تو بگرداند روی فردا بکدام دیده بیند رویت

شیخ عمادالدین فضل الله

غم راز من و مرا گزیر از غم نیست یارانِ قدیم را شکست از هم نیست
غم خوی بمن کرده و من خوی بغم همچون من و غم دیار در عالم نیست

قاضی میر حسن

آں دل کہ تو دیدہ زغم خوں شد و رفت — وز دیدۂ خوں گرفتہ بیروں شد و رفت
روزی بہوای عشق سیری می کرد — لیلی صفتی بدید و مجنوں شد و رفت

خلیل بیگ گیلانی

ایام شباب با ہوس بودم حیف — نی دیدۂ دیدہ بود و نی گوش شنفت
در خوابِ غرور صرف شد نقدِ حیات — بیدار کنوں شدم کہ می باید رفت

حکیم سنائی

از عہدۂ عہد گر بروں آید مرد — از ہر چہ گماں بری فزوں آید مرد
سیمرغ نہ کہ بے تو نامِ تو برند — طاوس نہ کہ با تو در تو نگرند

نصیر الدین طوسی

نی هر که بود بعشق دیوانه بود　　نی هر مرغی سزای این دانه بود
صد قرن بگردد که نه گردد پیدا　　مردی که بنفسِ خویش مردانه بود

بابا افضل کوهی

هر چند دلِ خلق نگهداری به　　کس را ز کم و بیش نیازاری به
چون عالم را وفا نخواهد بودن　　پس تخمِ جفا هر انچه کم کاری به

بابا افضل کوهی

چون کیش خصومت ست بی کیشی به　　چون مال ملامت ست درویشی به
چون در دِ دل از خویشتن و خویشان ست　　بی خویشتنی به ست و بی خویشی به

بابا افضل الدین کوہی

در راہ اگر بہ بینوائے برسی　　سر بر قدمش نہ کہ بجائی برسی
بیدرداں را ازیں قدح رنگی نیست　　با درد در آ تا بہ دوائی برسی

باقی نائینی

اے خواجہ اگرچہ مال دنیا طلبی　　رزقِ تو مقدرست بیجا طلبی
ہیچ از تو خدا طاعتِ فردا طلبد　　کامروز از روزئ فردا طلبی

غالب

غالب بہ سخن گرچہ کسی ہمسر نیست　　از نشاء ہوش ہیچ اندر سر نیست
می خواہی و مفت و نغز و آنگہ بسیار　　این بادہ فروش ساقئ کوثر نیست

واقف دہلوی

فردا کہ باہل زہد جنت بخشند　　در جائزہ نای و نوش و نعمت بخشند
ما بے عملان نیز امیدی داریم　　شاید کہ مرا بآہِ حسرت بخشند

واقف دہلوی

از سلسلۂ بی سر و پایانِ توایم　　از حلقۂ بی برگ و نوایانِ توایم
ما را محروم برمگرداں زدرت　　شیئاً للہ ما گدایانِ توایم

واقف دہلوی

فارغ زغمِ بودہ و نابودہ نشیں　　ایمن زیں چرخِ آفت اندودہ نشیں
تدبیرِ تو شد بلای جانت عاقل　　خود را بخدا گزار و آسودہ نشیں

جوانی و پیری و حیات و ممات

سحابی استرآبادی

من باغِ جهان را نفسی دیدم و بس مرغش نه هوا و هوسی دیدم و بس
از صبح وجود تا شبانگاه عدم چون چشم کشودم نفسی دیدم و بس

عمر خیام

از تن چو رود روانِ پاکِ من و تو خشتی دو نهند بر مغاکِ من و تو
وآنگاه برای خشتِ گورِ دگران در کالبدی کشند خاکِ من و تو

عمر خیام

ای اهلِ قبور خاک گشتند و غبار هر ذره ز هر ذره گرفتند کنار
آه ای چه شرابیست که تا روزِ شما بیخود شده و بیخبر اند از همه کار

عمر خیام

دنیا ببراد رانده گیر آخر چه دین نامهٔ عمر خوانده گیر آخر چه
گیرم که بکام دل بماندی صد سال صد سال دگر بمانده گیر آخر چه

شیخ مغربی تبریزی

رفتم به سرِ تربتِ محمود غنی گفتم که چه بُرده ز دنیای دنی
گفتا که سه گز زمین و شش گز کرپاس تو نیز همان بری اگر صد چو منی

حسن دلهوی

گر نامِ تو نقشِ دفترِ افلاک است هم از ورقِ حیات روزی پاک است
گر نوح هزار سال در عالم زیست شد چند هزار سال کاندر خاک است

بابا افضل کوهی

بودی که نبودت نخور و خوابِ نیاز کردند نیازمندت این چار انباز
هر یک تبو آنچه داد بستاند باز تا باز چنان شوی که بودی ز آغاز

بابا افضل کوهی

دل نعره زنان ملکِ جهان می طلبد پیوسته وجودِ جاودان می طلبد
مسکین خبرش نیست که صیادِ اجل پی در پیِ او نهاده جان می طلبد

بابا افضل کوهی

گر حاکم صد شهر و ولایت گردی ور در هنر و فضل به غایت گردی
گر عاشق صادقی و گر زاهد پاک روزی دو سه چون رود حکایت گردی

بابا افضل کوهی

عمر تو اگر فزون شود از پانصد افسانه شوی عاقبت از روی خرد
باری چو فسانه می شوی ای بخرد افسانهٔ نیک شو نه افسانهٔ بد

غزالی مشهدی

تا کی گوی که گوی اقبال که برد تا کی گوئی که ساغر عیش خورد
اینها چه فسانه است میباید رفت اینها چه حکایت است میباید مرد

میرزا محمد حسین نویس

پیریست که برگ تن پرستی ریزد بر منظر عیش رنگ پستی ریزد
هر دندانی که افتد از کاوشِ دهر یک کنگره از حصارِ هستی ریزد

مومن یزدی

قد خم کند و چهره ز ریری پیری برهم شکند صولت شیری پیری
گفتم که چه بدتر است پیری یا مرگ فریاد برآورد که پیری پیری

مومن یزدی

گر صاحبِ بوریا دگر اورنگ است آخر همه را سوی عدم آهنگ است
از جامِ اجل مست کنندش آخر هر چند که زیرِ چرخِ مینا رنگ است

مومن یزدی

داریم ز بے ثباتئے عمر الم نگذاشت کہ تا دمی بہ آریم بہم
از اشہبِ روز و ادہمِ شب دریاب کایں عمر دو اسپہ میرود سوی عدم

جامی

گہ ترک وجود غم فزاینده کنی گہ آرزوی حیات پاینده کنی
آیندۂ عمر خواہی از رفتہ فزوں در رفتہ چہ کردی کہ در آینده کنی

ادائی یزدی

ایں عمر بہ بادِ نوبہاراں ماند ویں عیش بہ سیلِ کوہساراں ماند
زینہار چناں بزی کہ بعد از مردن انگشت گزیدنی بہ یاراں ماند

ملا قاسم مشهدی

ای یافته تخمیر و نظام از اضداد — از چه نکنی ز مرگ خود اصلا یاد
این پیکر و این نفس بگویم به تو چیست — مشتی خاکی فتاده اندر رهِ باد

مرتضی قلی خان شاملو

انسان که ز یک دگر جگر ریش تراند — خلقی پس ترجماعتی پیش تراند
در غربتِ مرگ بیم تنهائی نیست — یارانِ عزیز آن طرف بیشتر اند

سیف الدین آئینی

مرد اکه به عمر آنچه به بود گذشت — دوری که در او دلی بیاسود گذشت
ایام جوانی که بهاری خوش بود — چون خندهٔ برق و عهد گل زود گذشت

رضای شیرازی

سلطان به جهان پرده سرائی زد و رفت　　درویش به هر پشت پای زد و رفت

القصه به هر دوروز در گلشنِ عمر　　مرغی به سرِ شاخ نوای زد و رفت

کاوس جم جانی ویلمی

گر بر سر ماه بر نهی پایهٔ تخت　　در همچو سلیمان شوی از دولت و بخت

چون عمر تو نخته گشت بر بندی رخت　　کان میوه که نخته شد بریزد درخت

ابن یمین

منگر که دلِ ابن یمین پرخون شد　　بنگر که از این سرای فانی چون شد

مصحف به کف و چشم بره روی بدوست　　با پیکِ اجل خنده زنان بیرون شد

ابن یمین

از کوی حیات تا درِ مرگ — جز نیم نفس مسافتی نیست
وین طرفه که اندرین مسافت — گامی نه نهی که آفتی نیست

میرزا محمد تقی

این عمر عزیز نیست جز نقش بر آب — دریای غنیمت است فرصت دریاب
در بحر وجود عاقبت همچو حباب — بر یک نفست خانهٔ عمر است خراب

جمالی اردستانی

من در عجبم که هر که خواهد مردن — با خود بجز از کفن نخواهد بردن
از بهر چه آزارِ خود و یار کند — و آماده کند آنچه نخواهد خوردن

ابوسعید مهنه

لذاتِ جهان چشیده باشی همه عمر با یار خود آرمیده باشی همه عمر
هم آخرِ عمر رحلتت باید کرد خوابی باشد که دیده باشی همه عمر

واله یزدجردی

نادر نگری نه سرد ماند است نه بید نه خارِ هوس نه گلستانِ امید
دهقانِ فلک خرمنِ عمرِ همه را می پیماید به کیلِ ماه و خورشید

شیخ عطار

وصی بر سر خاکِ پسری با دل ریش می باریدم خونِ جگر بر رخ خویش
آواز آمد که چند گرئی بر ما بر خویش گری که کار داری در پیش

شیخ عطار

دردا که دلم به هیچ درمان نرسید　　جانم بلب آمد و بجانان نرسید

دریغ عمر بپایان آمد　　وافسانهٔ عشق او بپایان نرسید

سرمد

دیدی که غم و عیش جهان درگذشت　　چیزی که در اندیشهٔ تو بود گذشت

این یک دو نفس که ماند سرمایهٔ تو　　هشیار که نقصان نکنی سود گذشت

سرمد

راضی دل دیوانه به تقدیر نه شد　　فارغ ز خیال و فکر و تدبیر نشد

ایام شباب رفت و باقی هوس است　　ما پیر شدیم و آرزو پیر نشد

سرمد

این جوشِ حباب از قدیم ست قدیم　　این نقشِ سرِ آب از قدیم ست قدیم
لب تشنهٔ طرح نوست این کهنه رباط　　این خانه خراب از قدیم ست قدیم

حافظ شیرازی

سیلاب گرفت گرد ویرانهٔ عمر　　آغاز پرے نهاد پیمانهٔ عمر
بیدار شو اے خواجه که خوش خوش بکشند　　حمّالِ زمانه رخت از خانهٔ عمر

حافظ شیرازی

نه دولتِ دنیا به ستم می ارزد　　نه لذتِ هستی به الم می ارزد
نه هفت هزار سال شادی جهان　　با محنتِ پنج روز غم می ارزد

حافظ شیرازی

گفتم که مگر به اتفاقِ اصحاب در موسمِ گل ترک کنم بادهٔ ناب
بلبل ز چمن نعره زنان داد جواب کای بیخبران فصلِ گل و ترکِ شراب

حافظ شیرازی

مے نوش که عمر جاودانی این است خاصیت روزگار فانی این است
هنگام گل و لاله و یاران سرمست خوش باش دمی که زندگانی این است

حکیم قاآنی

از کشتِ عمل بس است یک خوشه مرا در روی زمین بس است یک گوشه مرا
تا چند چو گاو گردِ خرمن گردیم چون مرغ بس است دانه توشه مرا

علی خزیں

ساقی قدحی که دور گلزار گذشت　　مطرب غزلی که وقت گفتار گذشت

ای همنفس از مهر دل زار بگو　　افسانهٔ آن شبے که با یار گذشت

علی خزیں

اوضاع زمانه لایق دیدن نیست　　وضع خوشتر ز چشم پوشیدن نیست

دانی ز چه پاکشیده ام در دامن　　دنیا تنگ ست و جای خسپیدن نیست

خلیفه اصفهانی

افسوس که عمر گذشت بیهوده تلف　　دنیا به لعب و دین رفت ز دست

رنجید خدا و خلق راضی نشده　　ضایع کردیم پارهٔ آب و علف

محمود

هر روز یکی زور در آید که منم　　خود را بجهانیان نماید که منم
چون کار جهان بر وفق رای گیرد　　ناگاه اجل زور در آید که منم

شیخ اوحدالدین کرمانی

محرم دلِ آنکه در غمت مرد و نگفت　　اسرار تو با بزرگ و با خرد نگفت
سر در کفنِ وفای بچیده ببرفت　　غمهای ترا با بجهان برد و نگفت

شیخ اوحدالدین کرمانی

گفتم که مگر تخم هوس کاشتنی ست　　معلومم شد که جمله بگذاشتنی ست
بگذاشتنی ست هر چه در عالم هست　　الا غم دوست کان نگهداشتنی ست

حکیم سنائی

زن زن زود فاشود ز زیور نشود　　سر سر ز خرد شود ز افسر نشود

بی گوهر گوهری ز گوهر نشود　　سگ را سگی از قلاوه کمتر نشود

حکیم سنائی

گر آمدنم ز من بدی نامدمی　　در تیز شدن ز من سدی کی شدمی

زان به نه بودمی درین دیر خراب　　نه آمدمی نه بدمی نه شدمی

بوعلی سینا

اسرار وجود خام و آشفته بماند　　واں گوهر بس شریف ناسفته بماند

هر کس ز سر قیاس حرفی گفتند　　واں نکته که اصل بود ناگفته بماند

ابونصر فارابی معلم ثانی

زان پیش که از جهان فرومانی فر آن کن که نبایدت پشیمانی خورد
امروز بکن چو می توانی کاری فردا چه کنی چو هیچ نتوانی کرد

درد

خُمّار خمار گر ز صهبا بشکست در محتسب از غرور مینا بشکست
اینها همه بندهٔ هوای نفس اند من بندهٔ آن کسم که خود را بشکست

درد

طفلی بگذشت و شد جوانی حاصل پیری هم می رسد نباشی غافل
هر چند چو تار سبحه بر جای خودی چون دانه کند قطع ره اینجا منزل

درد

عمری که شمرده ایم سال و ماهش مانند فلک قرار نبود گاهش
سرگرم سراغ کیست یارب دوران یک خلق چو سایه میرود همراهش

درد

گر درد ترا غفلت دل کرده خراب گه آگهیت فگنده اندر تب و تاب
ای بیخبر این همه غنودن تا کے بیدار تمام باش یا خوب بخواب

درد

از شرم ظهور خویش نایاب شدیم یعنی چو حباب در دمی آب شدیم
مانند شرر همین قدر فرصت بود یک چشم کشوده باز در خواب شدیم

ورد

عالم همه مست ست ز جامِ هستی سرشار ز جُرعهٔ مدامِ هستی
از پردهٔ این ساز چنان شد معلوم کاین نغمه ترا ود از مقامِ هستی

ورد

باید که ز فکر زندگانی گذری وز حرص و هوا و کامرانی گذری
ای در دو اندیشهٔ عالم بگذر زان پیش که زین جهانِ فانی گذری

ورد

کو عقل و کجا فهم و کرا بینش و هوش کوران و کران بهم نمایند خروش
چون شمع دریں بزم عبث می سوزی ای روشنی طبع تو هم شو خاموش

خوشنود گوپاموی مدراسی

برخیز زخواب میرود عمر زدست برگیر حساب می رود عمر زدست
خوشنود دمی به سوگواری بنشین با چشم پُرآب می رود عمر زدست

واقف دهلوی

پیری ست دلا چه موقعهٔ ما و من ست کی این هنگام تکلفِ پیرهن ست
دامن درکش کنون زتقطیع لباس کیں موی سفید تار و پودِ کفن ست

غنی کشمیری

افسوس که رفت نشئهٔ عهد شباب سرخوش نشدم یک دم ازبادهٔ ناب
زین بهر تماشای جهان همچو حباب تا وا کردیم چشم رفتیم بخواب

جبر و اختیار و گناه و توبه

رضی آرتیمانی

ای ذرّهٔ سرگشته قرارِ تو کجاست　　وی مشتِ غبار اعتبارِ تو کجاست
در آمد و رفتن و بودن مجبور　　ای عاجز مضطر اختیارِ تو کجاست

خلیل بیگ گیلانی

ایام شباب با هوس بودم جفت　　نه دیدهٔ دیده بود و نه گوش شنفت
در خوابِ غرور صرف شد نقدِ حیات　　بیدار شدم کنون که میباید خفت

عمر خیام

من می خورم و هر که چو من اهل بود می خوردنِ من به نزد او سهل بود
می خوردنِ من حق ز ازل میدانست گر من نخورم علمِ خدا جهل بود

عمر خیام

نه لایق مسجدم نه در خورد کنشت ایزد داند گلِ مرا از چه سرشت
چون کافرِ درویشم و چون قحبه ز شب نه دین و نه دنیا و نه امیدِ بهشت

عمر خیام

دارم دلکی غمین بیا مرزو مپرس صد واقعه در کمین بیا مرزو مپرس
شرمنده شوم اگر بپرسے عملم ای اکرم اکرمین بیا مرزو مپرس

عمر خیام

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست　　تاریک دلم نور ضیای تو کجاست
مارا تو بهشت اگر بطاعت بخشی　　این بیع بود لطف و عطای تو کجاست

عمر خیام

بگشای دری که در کشاینده توی　　بنمای رهی که ره نماینده توی
من پست بهیچ دستگیرے نرسم　　کایشان همه فانی اند و پاینده توی

عمر خیام

ناکرده گناه در جهان کیست بگو　　آنکس که گنه نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دهی　　پس فرق میان من و تو چیست بگو

عمر خیام

یارب بکشای بر من از رزق دری بی منت مخلوق رسان ما حضری
از باده چنان مست نگهدار مرا کز بی خبری نباشدم درد سری

ابو سعید مهنه

گر کار تو نیکوست به تدبیر تو نیست ور زیر بد است هم ز تقصیر تو نیست
تسلیم و رضا پیشه کن و شاد بزی چون نیک و بد جهان به تقدیر تو نیست

ابو سعید مهنه

دارم ز خدا خواهش جنات نعیم زاهد به ثواب و من به امید عظیم
من دست تهی میروم او تحفه بدست تا زین دو کدام خوش کند طبع کریم

نصیرالدین طوسی

این نکته نگوید آنکه او اهل بود زیرا که جواب نکته اش سهل بود
علم ازلی علتِ عصیان کردن نزدِ عقلا زغایتِ جهل بود

شیخ عطار

یک عاشق پاک و یک دلِ زنده کجاست یک سوخته بیفکر پراگنده کجاست
چون بندهٔ اندیشهٔ خویش اند همه بر روی زمین خدای رانبده کجاست

بابا افضل کوهی

ای لطفِ تو دستگیر هر خودرائی وی عفو تو پرده پوشِ هر رسوائی
بخشای برآن کسی که اندر همه عمر جز درگه تو هیچ ندارد جای

بینوائی بدخشانی

زاهد که درایں سراچه ما دا دارد — اندیشه زگفتگوی فردا دارد
گو شاد بزی که زاهد و فاسق ازاوست — هرجا آبیست رو بدریا دارد

میرزا حیدر رضوی

یارب! چه کنم که ناله ام بی اثراست — هر شام چراغِ طالعم تیره تراست
هر لحظه زبس که بشکنم توبهٔ خویش — هر توبه که میکنم گناهی دگراست

ناظم هروی

ای صورت و معنی دو سوار قلمت — یک بیت زمین و آسمان از قلمت
دیوان وجودِ را چه تفسیر کنم — لفظش همه جرمِ ماست معنی کرمت

شیخ مغربی تبریزی

گر فضل کنی ندارم از عالم باک ور عدل کنی شوم به یکبار هلاک
روزی صد بار گویم ای صانع پاک مشتی خاکم چه آید از مشتی خاک

بهائی آملی

آهنگِ حجاز می نمودم من زار کامد سحری ز دل بگوش این گفتار
یارب به چه روی جانبِ کعبه روم گبری که کلیسیا ازاو دارد عار

شیخ سعدی

فردا که به نامهٔ سیه در نگری بس دستِ تحیر که بدندان ببری
بفروخته دین به دنیا از بی خبری یوسف که به ده درم فروشی چه خری

سرمد

این نفسِ تسمگار به بین شیطان است　　پیوسته عیان بود مگر پنهان است
ابلیس خودی - چرا به ابلیس بدی　　در پیش خیالاتِ تو او حیران است

سرمد

ای یار دریں دیار غمخوار توئی　　آگاه بر احوالِ منِ زار توئی
دیدم همه را و آزمودم همه را　　در بیکسی ام یارِ وفادار توئی

سرمد

اے جانِ گرامی بخدا نادانی　　در خانۂ تن یک دو سہ دم مہمانی
بر خرج اگر روی و خورشید شوی　　آں چیز کہ در شمار نیاید آنی

سرمد

سرمد کارِ اله لطف و کرم ست از معصیتِ سیاه کاری چه غم ست
رخشیدن برق بیِ جوشِ باراں رحمت چه فزود غضب چه بسیار کم ست

ابن یمین

کرم را دریں و در طالب مباش که محروم مانی ز مطلوبِ خویش
کریماں برفتند۔ گوئی که شد کرم هم گرفتارِ مقلوبِ خویش

حافظ شیرازی

آں به که ز جام باده دل شاد کنیم وز آرزوِ گزشته کم یاد کنیم
ویں عاریتے رُوانِ زندانی ما یک لحظه ز بندِ عقل آزاد کنیم

حکیم قاآنی

تا کے غمِ زید و گه غمِ عمرو خوریم — آں به که بجای غم زخم خمر خوریم
خوش باش به بیش و نوش کز نخلِ حیات — فرض ست که گه خارِ و گهے تمر خوریم

صفی رازی

چون نامهٔ جرم ما بهم پیچیدند — بردند و بمیزان عمل سنجیدند
بیش از همه کس گناه ما بود ولی — ما را به محبتِ نبی بخشیدند

صفی رازی

هر چند گنه کنم بگاه و بے گاه — نومید ز رحمتش نباشم والله
گر هست نجاتِ عالمی از رهِ عدل — بخشیده شوم بفضل انشاء الله

جنتی

هر چند متاعت همه عصیان و خطاست — این جسم شکسته کشتی موج فناست
ای جنتی از کثرتِ طوفان گناه — میندیش که ناخدائی این بحر خداست

جامی

ای ذرّه چرا از خشم بیم ست ترا — دل بیهده زین فکر دو نیم ست ترا
هر چند که غرقهٔ گناهی میندیش — خوش باش که کار با کریم ست ترا

میرزا جلال امیر

هر چند که سر بسر گناه آوردیم — بر سایهٔ رحمتت پناه آوردیم
در حشر با میدِ زلال کرمت — چون نامهٔ خود روی سیاه آوردیم

قاسم

بر نالہ و بر زاریٔ من رحمت کن　　بر مفلسی و خواریٔ من رحمت کن
بر گریہ و بیداریٔ من رحمت کن　　بر فقر و نگونساریٔ من رحمت کن

نساخ

یارب شدہ ام تبہ بیامرزمرا　　شد روی دلم سیہ بیامرزمرا
دردا کہ بجز گنہ نہ کردم کارے　　بخشندۂ ہر گنہ بیامرزمرا

نساخ

نساخ کجائی بدرِ یا ربیا　　سر را چہ زنی بر در و دیوار بیا
محروم مشو ز جوششِ رحمتِ عام　　گر بیگنہی و گر گنہگار بیا

مولانا جلال الدین رومی

فردا که به محشر اندر آید زن و مرد از بیم حساب رویها گردد زرد
من عشقِ ترا بکف نهم پیش آرم گویم که حساب من از ین باید کرد

طالب آملی

صاحب کرما بر منِ گمراه ببخش سهوی اگرم فتاده ناگاه ببخش
بخشنده پس از خدا چو امروز تویی در دست توام خواه بکش خواه ببخش

محتشم کاشی

ای شیخ که هست دایم از نخوتِ تو در طعنه آلایشِ من عصمت تو
گر عفوِ خدا کم بود از طاعتِ تو دوزخ زمن و بهشت از حضرتِ تو

ورد

گر کشتهٔ عیشیم وگر غمزده ایم　　از دولتِ او در دِ بایں عربده ایم
زیں پیش مداشتیم کارے با خویش　　از راہ نمائش بخود آمدہ ایم

ورد

عمریست کہ چون زلفِ پریشانِ خودیم　　چوں غنچۂ گل سر بہ گریبانِ خودیم
تا جلوۂ یار جلوہ گر شد در ما　　آئینہ صفت ہمیشہ حیرانِ خودیم

ورد

از کوریٔ دل بخود نگاہے نکنم　　واں کار کہ کردنی ست گاہے نکنم
من بندۂ ناکارہ و تو بخشندہ　　دیگر چہ کنم اگر گناہے نکنم

نواب شاہ جہان بیگم

گو بہر گناہ وقف فرصت باشم　　در طاعت حق کمینہ ہمت باشم
نومید نیم کہ ناامیدی کفرست　　ہر لحظہ امیدوارِ رحمت باشم

نواب شاہ جہان بیگم

دریافت عطائے کبریائی مارا　　در حضرت اوست جبہہ سائی مارا
چوں عاجزی از پادشہان مقبول ست　　نازم کہ کشد بہ بادشائی مارا

حسرتی دہلوی

الطافِ تو بر بندۂ عاصی چہ عجب　　لطف و کرمت نیست سبب بہر سبب
نامت بلب و تجلیت در جان باد　　آن دم کہ بروں روم ز دنیا یارب

واقف دہلوی

اللہ کریم ست عطا می بخشد　　ہم پوشد عیب و ہم خطا می بخشد
زاہد ہر چند پُر گناہ ہیم ولے　　ما را بر زعمِ تو خدا می بخشد

غالب دہلوی

آں را کہ عطیۂ ازل در نظر ست　　ہر چند بلا بیش طرب بیشتر ست
فرقست میانِ من و صنعان در کفر　　بخشش دگر و مُزدِ عبادت دگر ست

غالب دہلوی

اوراق زمانہ در نوشتیم و گذشت　　در فنِ سخن یگانہ گشتیم و گذشت
می بود دوای ما بہ پیری غالب　　زاں نیز بہ ناکام گزشتیم و گذشت

غالب دہلوی

عمریست کہ در خمِ خمارم ساقی تابِ تف تشنگے ندارم ساقی
بکشا سرِ مشک و در گلویم سردہ سایل بکفم قدح ندارم ساقی

آزاد بلگرامی

در حشر کہ با ایں رخ چوں صبح بیاض گلزار کنی عرصۂ محشر چو ریاض
قرباں شومت چو بر شفاعت آئی فرقی نکنی ز فاسق و از مُرتاض

آخرت و رحمت الٰهی

عمر خیام

آنم که پدید گشتم از قدرتِ تو　　پرورده شدم به ناز در نعمتِ تو

صد سال به امتحان گنهه خواهم کرد　　تا جرمِ من است بیش یا رحمتِ تو

عمر خیام

بارب به دلِ اسیرِ من رحمت کن　　بر خاطرِ غم پذیرِ من رحمت کن

بر پای خرابات روِ من نخشائی　　بر دستِ پیاله گیرِ من رحمت کن

عمر خیام

با نفس همیشه در نبردم چه کنم وز کرده خویشتن به دردم چه کنم
گیرم که ز من درگذرانی به کرم زین شرم که دیدی که چه کردم چه کنم

عمر خیام

خیام زبهر این ماتم چیست در خوردن غم فائده بیش و کم نیست
آن را که گنه نکرد غفران نبود غفران زبرای گنه آدم چیست

عمر خیام

آباد خرابات زمی خوردن ماست خون دو هزار توبه در گردن ماست
گر من نکنم گناه رحمت چه کند آرایش رحمت از گنه کردن ماست

عمر خیام

گر گوهرِ طاعت نسُفتم هرگز　　ور گردِ گهن زرخ نرفتم هرگز
نومید نیم ز بارگاهِ کرمت　　زیرا که یکی را دو نگفتم هرگز

عمر خیام

سازندهٔ کارِ مُردهٔ وزندهٔ توی　　دارندهٔ این چرخ پراگندهٔ توی
من گرچه بدم صاحبِ این بندهٔ توی　　کس را چه گنه که آفرینندهٔ توی

خواجه علی نعیم

آفاق ز خوب و زشت خالی ماند　　هم صومعه هم کنشت خالی ماند
گر عفو کنی یکے بدوزخ نرود　　ور عدل کنی بهشت خالی ماند

ملا مُظفر حسین

زاهد به کرم ترا چو ما نشناسد بیگانه ترا چو آشنا نشناسد
گفتی که گنه مکن که من قهّارم این را به کسی گو که ترا نشناسد

رفیع واعظ

آن روز که بیدار از این خواب شوم از آتش انفعال در تاب شوم
زین آلایش کدام آبم شوید از شرمِ گناهِ خود مگر آب شوم

سیف الدین باجزری

گر من گنهِ جمله جهان کرده ستم لطف تو امید است که گیرد دستم
گفتی که بوقت عجز دستت گیرم عاجز ترازیں مخواه کاکنون هستم

بہائی آملی

تا منزل آدمی سرائے دنیاست — کارش ہمہ ظلم و کار حق لطف و عطاست
خوش باش کہ آن سرا چنیں خواہد بود — سالی کہ نکوست از بہارش پیداست

سحابی استرآبادی

روزیکہ عیاں شود خداوند جہاں — لطفش بہ کہاں باشد و قہرش بہ مہاں
خورشید جہاں فروز چوں در تابد — ذرّہ شود آشکار و سیارہ نہاں

سحابی استرآبادی

نہ علم نہ معرفت نہ دین و نہ یقیں — نہ قدر نہ منزلت نہ عز و تمکیں
چوں استحقاق رحمتم چندیں ہست — شاید کہ نمانم من محروم چنیں

سحابی استرآبادی

یکچند چراغِ آرزوہا پُف کن　　قطع نظر از جمالِ ہر یوسف کن
زیں شہد یک انگشت رسانم بلبت　　از لذت اگر محو نگردے تُف کن

ابوسعید مہنہ

یارب در دل بغیر خود جا مگذار　　در دیدۂ من گردِ تمنا مگذار
گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ　　رحمی رحمی مرا بہ من وا مگذار

ابوسعید مہنہ

غمناکم و از درِ تو با غم نہ روم　　جُز شاد و امیدوار و خُرم نہ روم
از درگہِ ہمچو تو کریمے ہرگز　　نومید کسی نرفت و من ہم نہ روم

ابوسعید مهنه

در خانهٔ خود نشسته بودم دلریش وز بارِ گنه فگنده بودم سر پیش
آواز آمد که غم مخورای درویش تو در خور خود کنی و ما در خورِ خویش

ابوسعید مهنه

باز آ باز آ هر آنچه هستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگه ما درگهِ نومیدی نیست صد بار اگر توبه شکستی باز آ

ابوسعید مهنه

چون عود نبود چوب بید آوردم روی سیه و موی سپید آوردم
تو خود گفتی که ناامیدی کفر است بر قول تو رفتم و امید آوردم

ابوسعید مهنه

از بارِ گنه شدتنِ مسکینم پست یارب! چه شود اگر مرا گیری دست
گر در عملم آنچه ترا شاید نیست اندر کرمت آنچه مرا باید هست

ابوسعید مهنه

عصیانِ خلایق ار چه صحرا صحراست در دستِ عنایت تو یک برگِ گیاست
هر چند گناهِ ماست کشتی کشتی غم نیست که رحمتِ تو دریا دریاست

ابوسعید مهنه

من بیتو دمی قرار نتوانم کرد احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود هر موی یک شکر تو از هزار نتوانم کرد

میرزا عبداللہ منشی

در حشر چو نیک و بد ہراساں گردد کار ہمہ چوں بہ اوست آساں گردد
ہر چند کہ آب تلخ یا شیریں است چوں رفت بدریا ہمہ یکساں گردد

حسن دہلوی

دارم دلکے غمیں بیا مرزو مپرس صد واقعہ در کمیں بیا مرزو مپرس
شرمندہ شوم اگر بہ پرسی علمم ای اکرم اکرمیں بیا مرزو مپرس

جامی

چوں خور ز فروغِ خود جہاں آرایید بر پاک و پلید اگر بتابد شاید
نہ نورِ وے از ہیچ پلید آلاید نی پاکیٔ اُو ز ہیچ پاک افزاید

جامی

ای مرد گنهکار درِ توبه گشاد است　　انواع نعم بهر تو آماده نهاد است
بشتاب سوی توبه که از ما در گیتی　　از کردنِ تا خیر بسے واقعه زاد است

جامی

یک نیمه ز عمر در بطالت بگذشت　　یک نیمه به تشویر و خجالت بگذشت
عمری که وی از وجهانی ارزد　　بنگر بچه حیله و چه حالت بگذشت

بابا افضل کوهی

ای آنکه خلاصهٔ چهار ارکانی　　بشنو سخنے ز عالمِ روحانی
دیوی و ددی و ملکی انسانی　　درتست هر آنچه غالب آئی آنی

بابا افضل کوهی

ایدل بچه غم خوردنت آمد پیشه وز مرگ چه ترسی چو درخت از تشه
وانگه که بنا خوشی برندت زینجا خوش باش که رستی از هزار اندیشه

سرمد

یارب ز کرم ببخش تقصیر مرا مقبول بکن ناله شبگیر مرا
پیری و گناه ما جرائیست عجیب لطف تو کند چاره تدبیر مرا

سرمد

افسوس که مخلوق پرستی کردم وز همت پست رو به پستی کردم
این باده خمار داشت هشیار شدم ایام شباب بود مستی کردم

سرمد

از کردهٔ خویش منفعل بسیارم — عمریست که پابند دریں آزارم
چیزے که بباید نشود از من شد — بر فضل نظر کنی نه بر کردارم

سرمد

یارب تو عطا کن ز قناعت گنجم — عمریست که در حرص و هوا در رنجم
دیں را نتواں کرد به دنیا سودا — هر لحظه دریں سود و زیاں می سنجم

سرمد

ایں هستی موهوم حباب ست به بیں — ایں بحر پر آشوب سراب ست همیں
از دیدهٔ باطن به نظر جلوه گرست — عالم همه آئینهٔ آب ست به بیں

سرمد

اے دل عبث از دار بقا می‌ترسی　　اندیشه بکن که از کجا می‌ترسی
در راهِ فنا نیست تعب آرام است　　آن خانه از اینجاست چرا می‌ترسی

سرمد

تا چند بکوه و دشت زحمت بکشی　　از بار هوا و حرص محنت بکشی
این زندگیت بقدر خواهش نبود　　وقت ست هنوز گر ندامت بکشی

سرمد

غم ناکم و از کوئے تو با غم نروم　　جز شاد و امیدوار و خرم نروم
از حضرتِ همچو تو کریمی شاها　　محروم کسی نرفت و من هم نروم

سرمد

افعال بدم ز خلق پنهان مکنین دشوار جهان بر دلم آسان مکنین
امروز خوشم بدار فردا با من آنچه از کرمِ تو می سزد آن مکنین

ابن یمین

اے واقفِ اسرارِ ضمیرِ همه کس در حالتِ عجز دستگیرِ همه کس
یارب تو مرا توبه ده و عذر پذیر اے توبه ده و عذر پذیرِ همه کس

راهب

راهب خُم باده پیرِ دیری بودست پیمانه حریفِ گرم سیرے بودست
این مشتِ گلِ که گشت خشتِ خُم میخوارهٔ عاقبت بخیرے بودست

حافظ شیرازی

گویند کسانیکہ زمے پرہیزند　　زانساں کہ بمیرند چناں برخیزند

ما با مئے و معشوق از نیسم مدام　　تا بو کہ ز خاک ما چناں برخیزند

حکیم قاآنی

نہ بادہ نہ جامِ بادہ ماند باقی　　نہ سادہ نہ نامِ سادہ ماند باقی

ما زادۂ مامِ روزگاریم ولے　　نہ زادہ نہ مام زادہ ماند باقی

امید ہمدانی

بر درگہِ دوست ہر گناہی بخشند　　صد سالہ گناہ بمدِ آہے بخشند

عفوِ گنہم بنا توانی کردند　　زینجاست کہ کوہ را بکاہے بخشند

اشرف مقدسی

یارب تو مرا با تشِ قهر مسوز　　در خانۂ دل چراغِ ایمان افروز
این خلعتِ بندگی که شد پارۂ جرم　　از راه کرم برشتۂ عفو بدوز

معین استرآبادی

افسوس که پیک عمر راهے کردیم　　مردانه نه زیستیم و واهے کردیم
در نامه نماند جای یک نقطه سفید　　از بسکه شب و روز سیاهے کردیم

ظهیر فاریابی

دو روزۂ عمر پُر ز خوف و خطرست　　از غصه غذای خلق خونِ جگرست
آسوده دلی ز بعد مردن هم نیست　　زیرا که خطر دراں طرف بسیارتر ست

بیرم خان خانخان

ای عمر حیات جاودانت بادا — تا هست جهان بقای جانت بادا
حیف ست نصیبِ دشمنان چون گویم — دردِ تو نصیبِ دوستانت بادا

امیر حسینی سادات

دردِ دلم از شمارِ دفتر بگذشت — وین قصه بهر محفل و محضر بگذشت
این واقعه در جهان شنیدست کسی — من تشنهٔ آب و آبم از سر بگذشت

حکیم رکنائی کاشی

زاهد گوید که مست فردا چه کند — تا رحمت ایزدی تقاضا چه کند
رحمت دریاست و باده یک قطرهٔ آب — یک قطرهٔ آب پیشِ دریا چه کند

عرفی شیرازی

جمعی بدرت گریه و آه آوردند جمعی همه دیده و نگاه آوردند
جمعی دیدند خواهشِ عفو ترا رفتند جهان جهان گناه آوردند

علی خزیں

سلطان رسل کجیں غلامِ تو منم مستِ می معرفت ز جامِ تو منم
حسرت نه برم قسمتِ خاصانِ ترا در آرزوی رحمت عامِ تو منم

مومنِ یزدی

کس یار نگردد بمن از وا پسیم رحم آری اگر بحال دل وا پسیم
هر چند که وا پسم بفریادم رس بر بے کسیم نگر نه بر با کسیم

ظهوری ترشیزی

در راه طلب غم تو بس توشهٔ من انبار تواں نهادن از خوشهٔ من
کردست عزیز داغهائے تو مرا سرتا قدمم گشته جگر گوشهٔ من

امیر مغیث محوی

محوی هر سُو ز حرص چوں مور مرو در بارگه قیصر و فغفور مرو
بگذر ز طمع و ز درودناں بگذر جانی دارے زنده بهر گور مرو

طالب آملی

آزرده مشو ز من که آزرده دلم وز روی تو همچو آه من منفعلم
زین بیش خجالتم مده کیں دو سه روز خود از گنه نکرده خود منفعلم

درد

یارب چه زیاں کارم و گویم که ببخش　　باری ز گنه دارم و گویم که ببخش
دارم چو محمدی شفیعِ محشر　　صد توده گنه آرم و گویم که ببخش

درد

در گلشنِ دهر بسکه غفلت کاری　　تخم گنهی بهر طرف می کاری
از روی خدا نیامدت شرم ایدر　　باشد که ز روی خلق شرمی داری

درد

از شادی و غم هر چه در امکان شمری　　از وا ابهٔ حضرت انسان شمری
در باغِ ظهور چون گلت آوردند　　خواهی دلریش خواه خندان شمری

درد

بی لشکر و فوج بادشاهی کردیم　　بر مسند فقر کبریائی کردیم
ای درد بدولتِ فقیری اینجا　　در کسوتِ بندگی خدائی کردیم

درد

هر پست و بلند واقفِ راز همست　　چون زیر و بمِ ساز با آواز همست
این نغمه ظهور از تقابل دارد　　هستی و عدم ز مزمه پرداز همست

درد

ای درد مرا ز نغمها یم دریاب　　آهنگ من از صوت و صدایم دریاب
ای زمزمه پرداز بسانِ قانون　　تفصیلِ مقامم از نوایم دریاب

درد

شه بست اگر به سر عقیق و پشمی پوشید اگر گدا کلاهِ پشمی
بیباکی آئینه برانیها بکشود چشمی که نداشت ست شرم چشمی

احسن بلگرامی

آنکس که گنه نه کرد پیدا نه بود او خود خلفِ آدم و حوّا نه بود
حق ست اگر خطا ز انسان نشود عبد ست اگر عفو خدا را نه بود

واقف دہلوی

ای همنفسان که یارِ غارید مرا آنروز که تابوت برآرید مرا
اول زیرِ زمین سپارید مرا انگاه برحمتش گذارید مرا

غالب

چوں دُرد تہِ پیالہ باقیست ہنوز — شادم کہ بہارِ لالہ باقیست ہنوز
در کیشِ توکل غمِ فردا کفر است — یک روزہ مئی دو سالہ باقیست ہنوز

غالب

در عالمِ بے زری کہ تلخست حیات — طاعت نتواں کرد بامیدِ نجات
ای کاش زحق اشارتِ صوم و صلوٰت — بودی بوجودِ مال چوں حج و زکوٰت

غالب

آنرا کہ زدستِ بے زری پا بگل است — رسوائی نیز لازمِ احوالست
ما خشک لبیم و خرقہ آلودہ بمی — ساقی مگرش پیالہ از غربالست

صانع بلگرامی

ضعفِ پیری زبسکہ بگداخت مرا ہر کس کہ نظر فگند نشناخت مرا
از صحبتِ من کنوں تباں را ننگ ست ایں موی سفید روسیہ ساخت مرا

میر محمد حنیف الفت

فریاد رسا دمی کہ محشر باشد ہر چند کہ نامہ ام سیہ تر باشد
مفرست بدوزخم کہ نتوانم دید جائیکہ درو دشمنِ حیدر باشد

مرزا فصیح

ہر چند کہ دیوِ نفس فوجے دارد عنقائے ہوس ہوائے اوجے دارد
زالائش معصیت چرا اندیشم بحرِ کرمش وعدۂ موجے دارد

مُناجات

درد

یارب ز تو یافت صورت آب و گلِ من الطاف تو شد پناہ جان و دلِ من
آسانی کار از تو بُد حاصلِ من ہم از کرمِ تو حل شود مشکلِ من

درد

یارب دلم از بارِ گنہ محزون ست جان زار و دل افگار و جگر پر خون ست
ہر چند گناہ من ز حد بیرون ست عفوت ز گناہِ من بسے افزون ست

درد

یارب مکن از امید قطعِ نظرم جُز جانب خود مخوان دلِ بیخبرم
چوں لطف تو باراں شود از ابرِ کرم حاشا کہ طمع برد بجائے دگرم

درد

یارب ہر چند در طریق دنیم پرہیز ز تقصیر نشد آئینم
اکنوں چو ز عفوِ تو نشانے بینم در پے روم و ز پیروی ننشینم

درد

یارب ز طریق لطف بر جانِ ہمہ گر نگزری از ذلت و نقصانِ ہمہ
پس کیست کہ شوید پے احسانِ ہمہ در بحرِ کرم نامۂ عصیانِ ہمہ

درد

یارب اگر از جهل خطا شد کارم　　جان از کرمت شاد بود بسیارم
ز امید تو بسکه دل بود بیمارم　　گویند که نیست از گنه آزارم

درد

یارب ز قصورِ عمل و حالِ تباه　　سر بر فلک افراخت مرا کوهِ گناه
آنگه که برم جانبِ عفوِ تو پناه　　اندر خورِ عفوِ تو بود کوه چو کاه

درد

یارب به نیازِ خود نمی‌سازم چه کنم　　ور نپذیری عجز و نیازم چه کنم
دور افگنی از حریمِ رازم چه کنم　　سوزی که دروم چه چاره سازم چه کنم

درد

یارب اگر از معصیتِ جانکاہم دور افگنی از امید خود ناگاہم
پس جانب امید کہ افتد راہم تا روز جزا بود شفاعت خواہم

درد

یارب چو بہر تو کسے را کار است دردِ دلِ او نالۂ جان آزار است
وز شوقِ جمالت ہمہ شب بیدار است غفلت زدہ را خواب بسے بسیار است

درد

یارب کرم تو گر نباشد مددم خونِ جگر از دیدہ رود تا ابدم
امید چو وعدۂ سلامت دیدم صد طعنہ بامید زند فعل بدم

درد

یارب بہوائے نفس و تن آسانے را　　ترسم کہ رود حیات برباد و ہوا
گر عفو کنی ز عفو کردن برہم　　ورنہ بگناہ مہلک افتم از پا

درد

یارب ہمہ را از تو امید کرمت　　ز اندیشۂ رحمت دل و جان بے الم ست
ہر چند عمل کوتہ و اخلاص کمست　　در جنت جاوید امید نعم ست

سرمد

یارب زمنِ زار نہ بندد کارے　　جز معصیت و غفلتِ بیحد کارے
از کارِ گزشتہ کار آگاہ شدم　　کارے نشد از من کہ بیاید کارے

سرمد

بیش از گنهم بخشش و احسان کردی بر خوانِ کرم همیشه مهمان کردی
هر چند گناه بیش افزود کرم این قسم بگردابِ پریشان کردی

سرمد

غیر از در رحمتش نداریم پناه بیچاره و عاجزیم با حالِ تباه
نے طاقت زهدست نه یارای گناه لاحول ولا قوة الا بالله

سرمد

بر من درِ لطف وجود مسدود مکن مقبولِ تو هر که گشت مردود مکن
در ضعف نمیتوان گران بار کشید پیرانه سرم گناه افزود مکن

سرمد

یارب تو عطا کن ز قناعت گنجم عُمریست که در حرص و هوا در رنجم
دیں را نتوان کرد بدنیا سودا هر لحظه دریں سود و زیاں می سنجم

خواجه عبدالله انصاری

یارب دلِ ما را تو بر حمت جان ده دردِ همه را به صابری درمان ده
ایں بنده چه داند که چه می باید جُست دانندهٔ توئی هر انچه دانی آن ده

خواجه عبدالله انصاری

من بندهٔ عاصیم رضای تو کجاست تاریک دلم نور ضیای تو کجاست
مارا تو بهشت اگر بطاعت بخشی آن بیع بود لطف و عطای تو کجاست

مرزا مہدی خاں کوکب

سرگشتہ برائے حق ہمیں باید بود　　محکوم قضای حق ہمیں باید بود

از بندۂ ناتواں چہ آید کوکب　　راضی برضای حق ہمیں باید بود

کتب خانہ